ماہنامہ جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

Registered No. CPL-13

(قیمت 10 روپے)

جلد نمبر 30 ...... شمارہ نمبر 02 ...... فروری 2023

دہشت گردوں کے خلاف کارروائی اب نہیں تو کب؟

HRCP شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص شعبہ موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔ اس وقت سے، ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ ہم پولیس کی زیادتیوں، خواتین کے خلاف تشدد، محکمہ جاتی مسائل، اقلیتوں کے حقوق، جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب، جبری گمشدگیوں، سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔ تاہم، مالی معاونت، سیاسی پناہ، جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار: جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ہمارا مندرجہ ذیل اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

پنجاب

- اسسٹینٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس برائے
- انسانی حقوق سیل، پنجاب
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، لاہور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، پنجاب
- پنجاب کمیشن برائے حقوق نسواں
- پنجاب ویمن پروٹیکشن اتھارٹی
- شہید بے نظیر بھٹو انسانی حقوق مرکز برائے خواتین، بہاولپور
- متاثرین کی معاونت کا مرکز، لاہور
- ویمن، ہیلپ ڈیسکس (پنجاب پولیس) ملتان
- پنجاب پولیس کے ضلعی ویمن ڈیسک، ملتان
- خواتین کے خلاف تشدد سے متعلق مرکز، ملتان

سندھ

- اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس، سندھ
- ڈائریکٹر چائلڈ پروٹیکشن بیورو، کراچی
- ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ آف پولیس برائے انتظامی امور، حیدرآباد
- ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ آف پولیس برائے انسانی حقوق سیل، سندھ
- محکمہ انسانی حقوق، حکومت سندھ
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کراچی (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی محتسب کا دفتر، سندھ
- پولیس سہولت مرکز، حیدرآباد
- سینیئر سپرینٹنڈنٹ آف پولیس، حیدرآباد
- سندھ کمیشن برائے حقوق نسواں
- سندھ انسانی حقوق کمیشن
- خواتین اور بچوں کے تحفظ کا مرکز، سندھ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، حکومت سندھ
- ویمنز پولیس اسٹیشن، حیدرآباد

بلوچستان

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کوئٹہ (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، بلوچستان
- ویمنز پولیس اسٹیشن، کوئٹہ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، بلوچستان

دارالحکومت اسلام آباد

- انسپکٹر جنرل آف پولیس، اسلام آباد
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق
- قومی کمیشن برائے حقوق نسواں

خیبر پختونخوا

- جینڈر ڈیسک، سوات
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، خیبر پختونخوا
- خیبر پختونخوا چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر کمیشن
- خیبر پختونخوا کمیشن برائے حقوق نسواں
- خیبر پختونخوا ویمن کرائسز سینٹرز، مردان
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، پشاور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، خیبر پختونخوا
- ویمنز پولیس اسٹیشن، سوات

گلگت بلتستان

- آغا خان مصالحتی وثالثی بورڈ، گلگت
- محکمہ سول انتظامیہ و پولیس، گلگت بلتستان
- محکمہ انسانی حقوق، گلگت بلتستان

خواتین اور بچوں کی پناہ گاہیں جہاں شکایات سیل کیسز کو ریفر کرتا ہے:

دستک چیریٹیبل ٹرسٹ، لاہور
خواتین کے خلاف ہراسانی کے محتسب کا دفتر، ملتان
پناہ شیلٹر ہوم، کراچی، ایدھی ہومز اینڈ ایدھی یتیم خانے، کراچی
بے نظیر شیلٹر ہوم، کوئٹہ، ایدھی ہوم، کوئٹہ، آبرو شیلٹر ہوم، کوئٹہ
نور ایجوکیشن ٹرسٹ شیلٹر، پشاور

شکایات سیل سائبر ہراسانی کے کیسز مندرجہ ذیل اداروں کو ریفر کرتا ہے:

بولو بھی، کراچی
ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈ ، لاہور
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، کراچی
ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، پشاور

چند سنگین نوعیت کے معاملات میں ایچ آر سی پی ایک فیکٹ فائنڈنگ ٹیم بھیجتا ہے تا کہ شکایت کی مزید چھان بین کی جا سکے۔ جس کے بعد ہم اپنے مشاہدات کی بنیاد پر ایک بیان یا رپورٹ جاری کرتے ہیں ہم صرف انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں سے متعلق مشترکہ شکایات کی صورت میں قانونی معاونت فراہم کرتے ہیں

ریفرل کے دیگر روابط

اے جی ایچ ایس لیگل ایڈ سیل، لاہور سے تعلق رکھنے والی یا ان خواتین کے لئے جن کے (مقدمات لاہور کی عدالتوں میں زیر سماعت ہوں)
سوسائٹی فار اسپیشل پرسنز۔ ملتان
دستگیر لیگل ایڈ فاؤنڈیشن، ملتان
پاکستان ہیومن ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، ملتان
ڈاکٹر ایس ہارون احمد برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
ڈپولائن فری کلینک برائے نفسیاتی خدمات، کراچی
لیگل ایڈ سوسائٹی، حیدرآباد، ر سلنگ بیریئرز ویمن، کوئٹہ

هم سے رابطہ کریں: آپ ہمیں کال کر سکتے ہیں، واٹس ایپ کر سکتے ہیں، ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کروا سکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کر سکتے ہیں۔

لاہور

طاہرہ حبیب/لاریب سعید
0333 200 6800 (طاہرہ حبیب)
0321 341 4884 (لاریب سعید)
042 3584 5969
042 3586 4994
ایوان جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
hrcp@hrcp-web.org
complaints@hrcp-web.org

کراچی

ندا تنویر/عبدالحئی
0315 111 6287 (ندا تنویر)
0333 3046674 (عبدالحئی)
021 3563 7131
021 3563 7132
یونٹ نمبر 08، فرسٹ فلور، اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (آئیلا کو ہاؤس)، عبداللہ ہارون روڈ صدر، کراچی
karachi@hrcp-web.org

پشاور

اسماء خان
091 5844253
0331 9352097
اعظم چشتی روڈ، شیرازی کالونی، گلی نمبر 1، پیپل اسٹاپ، ریلوے روڈ، پواکا، پشاور
peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد

سمیتا عالم
0313 5358995
051 8351127
آفس نمبر 1 بی، سیکنڈ فلور، بلاک ڈی۔12 (نزد پی ایس او پمپ) جی۔8 مرکز، اسلام آباد
islamabad@hrcp-web.org

کوئٹہ

نائلہ رحیم
0306 294 6125
081 282 7869
فلیٹ نمبر سی۔6، کبیر بلڈنگ، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ
quetta@hrcp-web.org

حیدرآباد

افشاں سمیتو
022 278 3688
022 272 0770
0310 339 2222
آفس نمبر 306، فائزہ آرکیڈ، صدر، حیدرآباد
hyderabad@hrcp-web.org

ملتان

انیلہ اشرف
061 451 7217
0331 665 5529
مکان نمبر 24۔اے، ابدالی کالونی، گلی مسجد ٹیناں والی، ڈیرہ اڈا، ملتان
multan@hrcp-web.org

گلگت

ظہیرا سراج
0344 5475553
0355 4541088
آفس نمبر 9-8، رنگ یل پلازہ، جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد جٹیال، گلگت

تربت/مکران

وقار قیوم
0852 413365
0323 234 2406
پرواز ہاؤس، پسنی روڈ، تربت، کیچ
ghaniparwaz@hotmail.com

فہرست

انسانی حقوق کے کارکنوں کا کردار
اور موجودہ چیلنجز 03
"توہین مذہب کے قوانین میں ترامیم سے
ظلم وستم کو اور زیادہ فروغ ملے گا 04
ایچ آر سی پی نے فخرالدین انسانی حقوق
فیلوشپ جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے 04
2022 کے دوران پاکستان میں
انسانی حقوق کی صورت حال 05
پاکستان نے سینکڑوں افغان مہاجرین کو واپس بھیج کر انہیں
طالبان کے جبر کے خطرے سے دوچار کر دیا ہے 08
جنیوا: انسانی حقوق کونسل کا اجلاس،
جبری گمشدگیوں پر تشویش 09
ہم تین کانسٹیبل بھائی تھے اب میں اکیلا رہ گیا ہوں،
میرے بھائیوں کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا 10
پاکستان: سیاسی محاذ آرائی کے دوران حقوق کی
مخدوش صورتِ حال 11
مذہب کی جبری تبدیلی 12
تجاوزات کے نام پر بے گھر ہونے والوں
سے متعلق ریاست کب سوچے گی؟ 13
قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کا وزیر مذہبی امور پر
خاتون امیدوار سے صنفی امتیاز برتنے کا الزام 14
کیا معدومی کے خطرے سے دوچار
زبانوں کا تحفظ ضروری نہیں؟ 15
جماعت احمدیہ کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنے
والے پولیس اہلکاروں کے خلاف کارروائی کی جائے 17
انسانی حقوق کے دفاع کاروں سے
متعلق عالمی اعلامیہ 18

انسانی حقوق کے کارکنوں کا کردار اور موجودہ چیلنجز

حنا جیلانی، چیئرپرسن پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

اس وقت پاکستان سخت معاشی چیلنجز کا سامنا کر رہا ہے۔ دوسری طرف سیاسی انتشار اور دہشت گردی نے شدت اختیار کی ہوئی ہے۔ ان حالات میں ریاست کا استحکام تو خطرے میں ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ انفرادی آزادیاں اور انسانی حقوق کا تحفظ بھی بُری طرح متاثر ہو رہا ہے۔

بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بیروزگاری کے ساتھ اجناس کی کمی کے خطرات بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس صورت حال میں مزدور، کسان، چھوٹے درجے کے سرکاری ملازمین، میڈیکل ورکرز اور نچلے اور متوسط طبقہ بالعموم مزید کمزور ہو رہا ہے۔ ان حالات میں معاشی اور معاشرتی حقوق کی جدوجہد کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور انسانی حقوق کے وہ کارکن جو ان حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں ان کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ ایسی حکمت عملی اختیار کریں جس کے ذریعہ سے ایک طرف تو لوگوں کے حقوق پر مبنی پالیسیوں کی طرف مستقل طور پر توجہ دلاتے رہیں اور ریاست پر اس سمت میں چلنے کے لیے دباؤ ڈالیں۔ دوسری طرف لوگوں میں احساس جگائیں کہ عوام بے بس نہیں تاکہ ان میں پھیلی ہوئی مایوسی اور نا اُمیدی کو دور کیا جا سکے۔ اپنے حقوق کے حصول کے لیے جاری جدوجہد ہی اُمید کو برقرار رکھتی ہے۔

ایچ آر سی پی نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ اپنے کام کو حالات حاضرہ سے متعلقہ رکھے اور اپنے کارکنوں کے ذریعہ نہ صرف عوامی رابطے مضبوط کرے بلکہ انسانی حقوق کے اصولوں کو بنیاد بنا کر ایک ربط کے ساتھ ایوان اقتدار اور ریاستی اداروں پر دباؤ بنائے رکھے کہ اُن کی فیصلہ سازی عوام کی بہتری اور انسانی حقوق کے اصولوں کے منافی نہ ہو۔

ایچ آر سی پی کی حالیہ سرگرمیاں اس سوچ اور حکمت عملی کی عکاسی کرتی ہیں۔ ہمارے پروگراموں میں جن مسائل اور موضوعات پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے ان میں شامل ہیں: سیلاب زدگان کی بحالی کی صورت حال، موسمی تبدیلی کے انسانی حقوق پر اثرات، الیکشن اصلاحات، طلباء یونین کی بحالی، آزاد عدلیہ اور آزاد میڈیا کا فروغ۔

ایچ آر سی پی مستقل طور پر انسانی حقوق کے کارکنوں، طلباء اور دوسرے سول سوسائٹی کے کارکنان کے ساتھ رابطے بنائے رکھتا ہے اور ان کی رائے کو ایسے پروگراموں کو تشکیل دینے میں اہمیت دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ایچ آر سی پی نے ''حق بات'' کے نام سے ایک pod series بھی شروع کی ہے۔

ایچ آر سی پی نے بلوچستان، گلگت بلتستان اور جنوبی پنجاب کے مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ اور مہم سازی کا بھی اہتمام کیا ہے جو کہ جاری ہے۔

میں اُمید کرتی ہوں کہ ملک بھر میں انسانی حقوق کے فروغ کے لیے کارکنان کام کرتے رہیں گے اور ایچ آر سی پی کے کام میں شامل رہیں گے۔

جہدحق میں اپنی آراء بھیجتے رہیے۔ انسانی حقوق اور جمہوریت کے فروغ کے لیے ہماری جدوجہد اور کاوشوں میں شامل رہیے۔

توہینِ مذہب کے قوانین میں ترامیم سے ظلم وستم کو اور زیادہ فروغ ملے گا

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 17 جنوری کو قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر منظور ہونے والے فوجداری قوانین (ترمیمی) ایکٹ 2023 پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اگرچہ اس بل کا بیان کردہ مقصد فرقہ واریت کو روکنا ہے، تاہم، ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ اس سے پاکستان کی مشکلات میں گھری مذہبی اقلیتوں اور اقلیتی فرقوں پر ظلم وستم میں اضافہ ہوگا۔

مجوزہ قانون میں پیغمبرؐ کے خاندان، ازواج مطہرات، صحابہ کرام اور چاروں خلفاء سمیت مقدس ہستیوں کے خلاف توہین آمیز کلمات کی سزا تین سال سے بڑھا کر عمر قید کر دی گئی جبکہ 'کم از کم سزا دس برس' کر دی گئی ہے۔ اس بل نے جرم کو بھی ناقابلِ ضمانت بنا دیا ہے جو کہ آرٹیکل 9 کے تحت ذاتی آزادی کے آئینی طور پر ضمانت شدہ حق کی واضح خلاف ورزی ہے۔

پاکستان میں اِس طرح کے قوانین کے غلط استعمال کی تکلیف دہ تاریخ کے پیشِ نظر، خدشہ ہے کہ یہ ترامیم زیادہ تر مذہبی اقلیتوں اور فرقوں کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال ہوں گی، اور نتیجے میں جھوٹی ایف آئی آرز، ہراسانی اور ظلم وستم کو فروغ ملے گا۔ مزید برآں، مبینہ توہینِ مذہب کی سزا میں اضافے سے ذاتی انتقام کے لیے قانون کے غلط استعمال میں اضافہ ہوگا، جیسا کہ اکثر توہینِ مذہب کے الزامات میں ہوتا ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب سول سوسائٹی ان قوانین کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے ان میں ترامیم کا مطالبہ کر رہی ہے، سزا میں اضافہ کرنا اس کے بالکل برعکس ہوگا۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 20 جنوری 2023]

ایچ آر سی پی نے فخرالدین انسانی حقوق فیلوشپ جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو فخرالدین جی ابراہیم انسانی حقوق فیلوشپ کے اجراء کا اعلان کرتے ہوئے نہایت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ فیلوشپ کے لیے مالی تعاون اُن کے خاندان نے کیا ہے۔

ایچ آر سی پی کے بانی رُکن، جسٹس فخرالدین جی ابراہیم (1928 تا 2020) اپنی پوری زندگی جمہوری اصولوں کے ساتھ مُخلص رہے، اور اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کے دستوُری حقوق کے تحفظ و فروغ کے لیے انتھک جدّ وجہد کرتے رہے۔

اُن کے نام سے منسوب انسانی حقوق فیلوشپ جسٹس ابراہیم کے ورثے کو زندہ و جاوید رکھے گا اور اِس میدان میں تحقیق وعلم کی معاونت کے لیے ہر برس اہلیت کی بنیاد پر گرانٹ دینے کا سلسلہ جاری رکھے گا۔

ایچ آر سی پی سیکریٹریٹ درخواست جمع کروانے کی حتمی تاریخ اور اہلیت کے معیار کا اعلان بھی بہت جلد کرے گا۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 07 جنوری 2023]

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کا رکن متوجہ ہوں

''''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر یا انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

2022 کے دوران پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال

موسمیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے پاکستان سنگین خطرات سے دوچار ہے اور اسے عالمی اوسط سے کافی زیادہ درجہ حرارت کا سامنا ہے، جس سے تباہ کن موسمیاتی حادثات زیادہ شدید اور تواتر سے پیش آتے ہیں۔ مارچ اور اپریل میں، جنوبی ایشیا میں شدید گرمی کی لہر کی وجہ سے ملک کی حالیہ تاریخ کے سب سے زیادہ درجہ حرارت ریکارڈ کیے گئے جس کے نتیجے میں دوران زچگی ماؤں کی شرح اموات اور عمر رسیدہ افراد کی ہلاکتوں میں اضافہ ہوا۔ اگست میں، پاکستان نے تباہ کن سیلاب کا سامنا کیا جس نے ملک کے ایک تہائی حصے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ 1,000 سے زائد افراد ہلاک، تین کروڑ سے زیادہ بے گھر، اور اربوں ڈالر کا نقصان ہوا۔ یہ بحران ایسے وقت آیا جب پاکستان کو پہلے ہی شدید سیاسی و معاشی بحرانوں اور خوراک اور ایندھن کی آسمان کو چھوتی قیمتوں کا سامنا تھا۔

اپریل کے اوائل میں، وزیرِ اعظم عمران خان نے عدمِ اعتماد کی تحریک کے دوران پارلیمان کی اکثریت کی حمایت کھونے کے بعد قومی اسمبلی کو تحلیل کرنے کی کوشش کی۔ عدالتِ عظمیٰ نے اس اقدام کو غیر آئینی قرار دے دیا۔ اس کے بعد پارلیمان نے 10 اپریل کو عمران خان کو وزارتِ عظمیٰ کے عہدے سے ہٹا دیا۔ اکتوبر میں عمران خان کو الیکشن کمیشن آف پاکستان نے اثاثے ظاہر نہ کرنے پر پارلیمانی نشست سے نااہل قرار دے دیا تھا۔

حکومت نے پورا سال ذرائع ابلاغ کو کنٹرول کرنے اور اختلافِ رائے کا گلا گھونٹنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ حکام نے صحافیوں اور سول سوسائٹی کے کارکنان کو حکومتی اہلکاروں اور پالیسیوں پر تنقید کرنے پر ہراساں کیا اور بعض اوقات حراست میں لیا۔ ذرائع ابلاغ سے وابستہ لوگوں پر پُرتشدد حملے بھی جاری رہے۔

خواتین، مذہبی اقلیتیں، اور خواجہ سراؤں کو تشدد، امتیازی سلوک اور ظلم وستم کا سامنا رہا، اور حکام انہیں مناسب تحفظ فراہم کرنے یا مجرموں کا محاسبہ کرنے میں ناکام رہے۔ حکومت نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو تشدد اور دیگر سنگین زیادتیوں کے لیے جوابدہ ٹھہرانے کے لیے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا۔

اسلامی عسکریت پسندوں کے حملوں، خاص طور پر تحریکِ طالبان پاکستان کے قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں اور

24 اگست 2022 کو پاکستان کے جنوب مغربی صوبہ بلوچستان کے علاقے جعفرآباد میں شدید بارش کے بعد ایک بے گھر خاندان سیلاب زدہ علاقے سے گزر رہا ہے

مذہبی اقلیتوں پر حملوں کے نتیجے میں درجنوں افراد ہلاک ہوئے۔

اظہار رائے کی آزادی، سول سوسائٹی تنظیموں پر حملے

ذرائع ابلاغ کو ملنے والی حکومتی دھمکیوں اور اُن پر ہونے والے حملوں نے صحافیوں اور سول سوسائٹی کے گروپوں میں خوف کی فضا پیدا کرنے کا سلسلہ جاری رکھا، جس کی وجہ بہت سے لوگوں نے زبان بندی کا راستہ اختیار کیا۔ حکام نے ذرائع ابلاغ پر سرکاری اداروں یا عدلیہ پر تنقید نہ کرنے کے لیے دباؤ ڈالا یا انہیں ڈرایا دھمکایا۔ 2022 میں کئی مواقع پر، سرکاری انضباطی ایجنسیوں نے کئی بار ایسے کیبل آپریٹرز اور ٹیلی ویژن چینلز کی نشریات بند کیں جو تنقیدی پروگرام نشر کرتے تھے۔

پاکستان کا بغاوت کا قانون، جو نوآبادیاتی دور کی برطانوی دفعات پر مبنی ہے، مبہم اور حد سے زیادہ وسیع ہے اور اکثر سیاسی مخالفین اور صحافیوں کے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ حزب اختلاف کی جماعت پاکستان تحریکِ انصاف (پی ٹی آئی) کے ایک سینئر عہدیدار شہباز گل کو اگست میں اسلام آباد میں بغاوت اور بغاوت پر اکسانے کے الزامات میں گرفتار کر لیا گیا جب اُنہوں نے ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں کہا تھا کہ جونیئر فوجی افسران کو ایسے احکامات پر عمل نہیں کرنا چاہیے جو رائے عامہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ بعدازاں، گل کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

مئی میں، صحافیوں سمیع ابراہیم، ارشد شریف، صابر شاکر، اور عمران ریاض خان پر اپنے صحافی کام کے دوران بغاوت کی اعانت کرنے اور ریاستی اداروں اور فوج پر تنقید کر کے عوام میں فساد پھیلانے والے بیانات دینے اور سوشل میڈیا پر مبہم پوسٹیں لگانے کا الزام عائد کیا گیا۔ اکتوبر میں، ارشد شریف کو کینیا میں پولیس نے قتل کر دیا تھا۔ شریف نے اپنی جان کو لاحق خطرات کا کہہ کر پاکستان چھوڑ دیا تھا۔

2022 میں متعدد صحافیوں کو پُرتشدد حملوں اور دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اپریل میں، سیاسی جماعت، پاکستان تحریکِ انصاف کے ارکان نے لاہور میں خاور مغل پر حملہ کیا۔ اس کے علاوہ اپریل میں ٹیلی ویژن کی معروف صحافی غریدہ فاروقی کو ریپ کی دھمکیاں دی گئیں۔

غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) نے سرکاری حکام کی دھونس و دھمکیوں، ہراسانی اور کڑی نگرانی کی اطلاع دی۔ حکومت نے بین الاقوامی انسانیت دوست تنظیموں اور انسانی حقوق کے گروپوں کی رجسٹریشن اور کام میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے "پاکستان میں آئی این جی اوز کی ریگولیشن" پالیسی کا استعمال کیا۔

مذہب اور عقیدے کی آزادی

حکومتِ پاکستان توہینِ رسالت کے قانون کی دفعات کو تبدیل یا منسوخ کرنے میں ناکام رہی۔ یہ قوانین مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد کا بہانہ فراہم کرتے ہیں اور ان کی بیجا گرفتاری اور مقدمات کے خطرے سے دوچار کرتے ہے۔ توہینِ رسالت کے لیے سزائے موت لازمی ہے، اور 2021

کے اواخر تک درجنوں افراد سزائے موت کے منتظر ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کے ارکین توہینِ رسالت کے قوانین کے ساتھ ساتھ مخصوص احمدی مخالف قوانین کے تحت ناجائز قانونی کارروائیوں کا نشانہ بنتے رہے۔ عسکریت پسند گروپ اور اسلامی سیاسی جماعت تحریکِ لبیک (ٹی ایل پی) احمدیوں پر ''مسلمان ظاہر کرنے'' کا الزام لگاتے ہیں۔ ضابطہ فوجداری پاکستان بھی ''مسلمان ظاہر کرنے'' کو ایک فوجداری جرم کے طور پر دیکھتا ہے۔

جنوری میں، ایک انسداد سائبر جرائم عدالت نے ایک خاتون عنیقہ عتیق کو واٹس ایپ پر "گستاخانہ مواد" شیئر کرنے پر سزائے موت سنائی۔ فروری میں، مشتاق احمد، جو کہ نفسیاتی مرض کا شکار تھا، کو پنجاب کے علاقے میں خانیوال میں مبینہ طور پر قرآن کی بے حرمتی کے الزام میں ایک ہجوم نے سنگسار کر کے ہلاک کر دیا تھا۔

مارچ میں، صوبہ خیبر پختونخوا کے علاقے ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک 21 سالہ خاتون کو تین خواتین نے قتل کر دیا جنہوں نے اس پر توہینِ رسالت کا الزام لگایا تھا۔ پولیس کی تفتیش کے مطابق، ملزمان نے دعویٰ کیا کہ ان کی ایک 13 سالہ خاتون رشتہ دار کو "خواب" میں معلوم ہوا کہ مقتولہ نے توہینِ رسالت کی تھی۔

اگست میں، پنجاب میں حکام نے ٹوئٹر پر ایک ویڈیو پوسٹ کرنے پر وقار ستی نامی صحافی پر توہینِ مذہب کا الزام لگایا۔

ایک پاکستانی انسانی حقوق کی تنظیم، مرکز برائے سماجی انصاف کے مطابق، 1987 سے فروری 2021 کے درمیان پاکستان کے مذہب کی بے حرمتی کے قوانین کے تحت کم از کم 1,855 افراد پر مقدمات درج ہوئے۔

خواتین اور لڑکیوں کے ساتھ بدسلوکی

خواتین اور لڑکیوں کے خلاف تشدد بشمول عصمت دری، قتل، تیزاب کے حملے، گھریلو تشدد، اور جبری اور بچپن کی شادیوں کا سلسلہ وسیع پیمانے پر جاری رہا۔ انسانی حقوق کے دفاع کاروں کا اندازہ ہے کہ ہر سال تقریباً 1000 خواتین نام نہاد غیرت کے نام پر ماری جاتی ہیں۔

اقوامِ متحدہ کے بچوں کے فنڈ، یونیسیف کا اندازہ ہے کہ پاکستان میں ایک کروڑ 89 لاکھ لڑکیوں کی شادی 18 سال کی عمر سے پہلے اور 46 لاکھ کی 15 سال سے پہلے شادی ہو جاتی ہے۔ شادی شدہ لڑکیوں کو اکثر نوعمری میں خطرناک حمل ٹھہرانے اور تنگ وقفوں سے حمل ٹھہرانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

مذہبی اقلیتی برادریوں کی خواتین خاص طور پر جبری شادی کا شکار ہیں۔ حکومت نے بچوں اور جبری شادیوں کو روکنے کے لیے کچھ نہیں کیا۔

سیلاب سے پہلے بھی، پاکستان میں پرائمری اسکول جانے کی عمر کے 50 لاکھ بچے اسکول سے باہر تھے، جن میں زیادہ تر لڑکیاں تھیں۔ ہیومن رائٹس واچ کی تحقیق سے پتا چلا ہے کہ لڑکیاں اسکولوں کی کمی، پڑھائی سے منسلک اخراجات، بچوں کی شادی، بچوں کی مشقت، اور صنفی امتیاز سمیت دیگر وجوہات کی بناء پر اسکول نہیں جاتیں۔ کووِڈ-19 کے پھیلاؤ سے بچاؤ کے لیے اسکول کی بندش سے تقریباً ساڑھے چار کروڑ طلباء متاثر ہوئے؛ پاکستان میں انٹرنیٹ کی ناقص سروس اور بہت سے خاندانوں کو انٹرنیٹ سروس اور ڈیوائسز کے حصول میں مشکلات کی وجہ سے بھی آن لائن تعلیم متاثر ہوئی۔

سیلاب سے شدید متاثر ہونے والے لاکھوں افراد میں کم از کم 650,000 حاملہ خواتین اور لڑکیاں تھیں، جن میں سے 73,000 کی زچگی کی تاریخ قریب تھی۔ اقوامِ متحدہ کے آبادی فنڈ (یو این ایف پی اے) کے مطابق متاثرہ خواتین میں سے بہت سی صحت کی دیکھ بھال کی سہولیات اور مدد تک رسائی سے محروم ہیں جو انہیں بچے کی پیدائش کے عمل کو محفوظ طریقے سے انجام دینے کے لیے درکار ہیں۔

2022 کے سیلاب سے پہلے بھی، پاکستانی خواتین کو تولیدی صحت کے متعدد چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا اور جنوبی ایشیا میں زچگی کی شرح اموات میں ان کا شمار سب سے زیادہ تھا۔

جنوری میں پاکستان نے جسٹس عائشہ ملک کو عدالتِ عظمیٰ کی پہلی خاتون جج مقرر کیا۔

جنوری میں، پاکستان کی پارلیمان نے جائے روزگار پر خواتین کو تشدد اور ہراسانی سے تحفظ کو مزید مستحکم کرنے کے لیے ایک مسودہ قانون منظور کیا۔ قانون نے جائے روزگار کی تعریف کو وسیع کیا تاکہ روزگار کے رسمی و غیر رسمی دونوں مقامات کو شامل کیا جا سکے، اور اسے عالمی تنظیم برائے محنت (آئی ایل او) کے ہراسانی کنونشن 2019 (سی 190) میں بیان کردہ تعریف کے قریب لایا گیا، جس کی پاکستان نے ابھی تک توثیق نہیں کی۔

بچوں کے حقوق

سیلاب میں 400 سے زائد بچے ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔ یونیسیف نے بتایا کہ کم از کم 34 لاکھ بچوں کو فوری انسانی امداد کی ضرورت ہے اور وہ پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں، ڈوبنے اور غذائی قلت کے بڑھتے ہوئے خطرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ تقریباً ایک کروڑ 60 لاکھ متاثرہ بچوں میں سے زیادہ تر بے گھر تھے، انہیں پینے کے صاف پانی تک رسائی حاصل نہیں تھی، اور انہیں غیر صحت بخش حالات میں رہنا پڑ رہا تھا۔

صورتِ حال اس حقیقت کی وجہ سے مزید خراب ہوئی کہ پاکستان کے سب سے زیادہ متاثرہ 72 اضلاع میں غربت کی سطح پہلے ہی بلند تھی اور بچوں کی مکمل نشوونما بھی نہیں ہو رہی تھی۔ سیلاب نے 18,000 سے زائد سکولوں کو بھی مکمل یا جزوی طور پر تباہ کیا۔ سب سے زیادہ متاثرہ صوبہ سندھ میں ہی لگ بھگ 16,000 اسکول تباہ ہوئے۔ مزید 5,500 اسکول سیلاب سے بے گھر ہونے والے خاندانوں کے لیے استعمال کیے گئے۔

سیلاب سے پہلے بھی، پاکستان میں پرائمری اسکول جانے کی عمر کے 50 لاکھ بچے اسکول سے باہر تھے، جن میں زیادہ تر لڑکیاں تھیں۔ ہیومن رائٹس واچ کی تحقیق سے پتا چلا ہے کہ لڑکیاں اسکولوں کی کمی، پڑھائی سے منسلک اخراجات، بچوں کی شادی، بچوں کی مشقت، اور صنفی امتیاز سمیت دیگر وجوہات کی بناء پر اسکول نہیں جاتیں۔ کووِڈ-19 کے پھیلاؤ سے بچاؤ کے لیے اسکول کی بندش سے تقریباً ساڑھے چار کروڑ طلباء متاثر ہوئے؛ پاکستان میں انٹرنیٹ کی ناقص سروس

اور بہت سے خاندانوں کو انٹرنیٹ سروس اور ڈیوائسز کے حصول میں مشکلات کی وجہ سے بھی آن لائن تعلیم متاثر ہوئی۔

بچوں کا جنسی استحصال عام ہے۔ بچوں کے حقوق کی تنظیم ساحل نے 2022 کے پہلے چھ مہینوں میں پاکستان بھر میں بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے روزانہ اوسطاً 12 سے زیادہ واقعات رپورٹ کیے ہیں۔ کم رپورٹنگ کی وجہ سے امکان ہے کہ حقیقی اعداد وشمار کافی زیادہ ہوں گے۔

دہشت گردی، انسداد دہشت گردی اور قانون نافذ کرنے والوں کی زیادتیاں

تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی)، القاعدہ، بلوچستان لبریشن آرمی (بی ایل اے) اور ان سے وابستہ تنظیموں نے سیکیورٹی اہلکاروں اور عام شہریوں پر خودکش بم دھماکوں اور دیگر حملوں کی ذمہ داری قبول کی۔ ان حملوں میں سینکڑوں افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

پاکستان کے قانون نافذ کرنے والے ادارے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں میں ملوث رہے۔ ان خلاف ورزیوں میں بغیر کسی الزام کے حراست میں رکھنے اور ماورائے عدالت قتل شامل ہیں۔ پاکستان تشدد کو جرم قرار دینے والا قانون بنانے میں ناکام رہا حالانکہ اس پر تشدد کے خلاف کنونشن کے ایک فریق کے طور پر ایسا کرنے کی بین الاقوامی ذمہ داری عائد ہے۔

پاکستان میں سزائے موت کے 3831 سے زائد قیدی ہیں، جو پھانسی کے خطرے سے دوچار دنیا کی سب سے بڑی آبادی میں سے ایک ہے۔ دسمبر 2014 میں پاکستان کی طرف سے سزائے موت پر سے پابندی اُٹھنے کے بعد سے کم از کم 516 افراد کو پھانسی دی جا چکی ہے۔ سزائے موت کے قیدیوں کی بڑی تعداد سماج کے پس ماندہ طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔

جون میں، عدالتِ عالیہ اسلام آباد نے ایک تاریخی فیصلے میں کہا کہ ''جب یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ٹھوس شواہد موجود ہوں کہ بادی النظر میں یہ جبری گمشدگی کا واقعہ ہے تو پھر ریاست اور اس کے تمام اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ لاپتہ شہری کا سراغ لگائیں۔" تاہم حکومت اس فیصلے پر عمل درآمد کے لیے کوئی خاطرخواہ اقدامات کرنے میں ناکام رہی۔

جنسی رغبت اور صنفی شناخت

ضابطہ تعزیراتِ پاکستان کی رُو سے ہم جنس پرست افراد کا جنسی تعلق ابھی بھی جرم ہے جس سے ہم جنس پرست مردوں اور خواجہ سراؤں کو پولیس کی بدسلوکی اور دیگر پُرتشدد اور امتیازی سلوک کا خطرہ لاحق رہا۔

یورپی پارلیمان کی ذیلی کمیٹی برائے انسانی حقوق (ڈی آر او آئی) کے ایم ای پیز نے ستمبر میں پاکستان کا دورہ کیا۔ وفد نے 2014-2033 کے لیے "جی ایس پی پلس" اسکیم کے تحت یورپی یونین کی منڈی تک پاکستان کی ترجیحی تجارتی رسائی کے معاملے میں یورپی یونین کی نگرانی کے آخری دور کے حصے کے طور پر انسانی حقوق کی صورتِ حال پر توجہ مرکوز کی اور اگلے جی ایس پی سسٹم کی درخواست جس کا تعین 2024 میں ہوگا، کے لیے اس کی تیاریوں کا جائزہ لیا۔ وفد نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ انسانی حقوق کے معاملات پر پُرعزم اور منظم کارروائی کر کے بروقت اصلاحات اور قانون سازی کرے، اور اس مقصد کے لیے تشدد اور جبری گمشدگیوں کے خلاف فوری قانون سازی کرے، اور سزائے موت دینے والے جرائم کی تعداد کو کافی حد تک کم کرے۔

پاکستان میں، خاص طور پر صوبہ خیبر پختونخوا میں خواجہ سراء عورتیں بدستور خطرات میں گھری رہیں اور 2022 میں صوبے میں کم از کم سات خواجہ سراء خواتین کو قتل کیا گیا۔ ستمبر میں، 2018 کے خواجہ سراؤں کے حقوق کے قانون کے خلاف مذہبی گروہوں کے احتجاج نے قانون سازوں کو قانون کا ازسرنو جائزہ لینے پر غور کرنے پر مجبور کیا جس سے قانون میں موجود تحفظات کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔

کلیدی بین الاقوامی عناصر

اگست میں، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) نے جولائی 2019 میں منظور ہونے والے تعطل کے شکار قرضہ پروگرام کو بحال کرنے کے لیے تقریباً 1.17 بلین امریکی ڈالر فراہم کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ پاکستان کی عوام پر معاشی بحران کے بوجھ کو کچھ حد تک کم کیا جا سکے۔ اس سے قبل، آئی ایم ایف نے قرض کے پروگرام کو کفایت شعاری کے اقدامات سے مشروط کیا تھا، جس میں بجلی اور ایندھن کی سبسڈی کو ختم کرنا اور ایندھن پر ٹیکس لگانا شامل تھا جس سے مہنگائی میں اضافہ ہوا اور بہت سے پاکستانیوں کے معاشی حقوق سے مستفید ہونے کی استعداد مزید متاثر ہوئی۔

یورپی پارلیمان کی ذیلی کمیٹی برائے انسانی حقوق (ڈی آر او آئی) کے ایم ای پیز نے ستمبر میں پاکستان کا دورہ کیا۔ وفد نے 2014-2033 کے لیے ''جی ایس پی پلس'' اسکیم کے تحت یورپی یونین کی منڈی تک پاکستان کی ترجیحی تجارتی رسائی کے معاملے میں یورپی یونین کی نگرانی کے آخری دور کے حصے کے طور پر انسانی حقوق کی صورتِ حال پر توجہ مرکوز کی اور اگلے جی ایس پی سسٹم کی درخواست جس کا تعین 2024 میں ہوگا، کے لیے اس کی تیاریوں کا جائزہ لیا۔ وفد نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ انسانی حقوق کے معاملات پر پُرعزم اور منظم کارروائی کر کے بروقت اصلاحات اور قانون سازی کرے، اور اس مقصد کے لیے تشدد اور جبری گمشدگیوں کے خلاف فوری قانون سازی کرے، اور سزائے موت دینے والے جرائم کی تعداد کو کافی حد تک کم کرے۔

ستمبر میں، پاکستان کے وزیر خارجہ بلاول بھٹو نے دنیا سے "موسمیاتی انصاف" کا مطالبہ کیا۔ ستمبر میں ہی، اقوامِ متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (یو این ڈی پی) کے ایک مسودے میں تجویز پیش کی گئی کہ پاکستان کے قرض دہندگان کو قرضوں کے معاملے میں ریلیف دینے پر غور کرنا چاہیے تاکہ پاکستان اپنے مالی وسائل صرف کرنے کے حوالے سے قرضوں کی ادائیگی پر آفات سے نمٹنے کے لیے درکار اقدامات کو ترجیح دے سکے۔

پاکستان اور چین کی حکومتوں نے 2022 میں وسیع اقتصادی و سیاسی تعلقات کو مستحکم کیا، اور چین -پاکستان اقتصادی راہداری پر کام جاری رکھا۔ یہ منصوبہ سڑکوں، ریلوے اور توانائی کی پائپ لائنوں کی تعمیر پر مشتمل ہے۔

ستمبر میں، امریکی وزیرِ خارجہ انٹونی بلنکن نے امریکہ-پاکستان تعلقات کی 75 ویں سالگرہ منانے کے لیے وزیرِ خارجہ، بلاول بھٹو زرداری سے ملاقات کی اور کہا: "ماضی میں ہمارے اختلافات تھے؛ یہ کوئی راز نہیں ہے۔ لیکن ہمارا ایک مشترکہ مقصد ہے: افغانستان کے لیے اور پورے خطے میں بسنے والے لوگوں کے لیے پہلے سے زیادہ مستحکم، پہلے سے زیادہ پرامن، اور آزاد مستقبل۔" یو ایس ایڈ کی منتظم سمانتھا پاور نے سیلاب سے متعلق امدادی کوششوں کے ایک حصے کے طور پر پاکستان کا دورہ کیا جس سے ملک کو پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ ملین ڈالر کی امداد ملی۔ سال کے اوائل میں، سابق وزیرِ اعظم عمران خان نے الزام عائد کیا کہ امریکہ اُنہیں عہدے سے ہٹانے میں ملوث ہے اور اس عمل کو اُس وقت کی پاکستانی حزبِ اختلاف کی جماعتوں کی ملی بھگت سے امریکی حمایت یافتہ ''حکومت کی تبدیلی'' کی کارروائی قرار دیا اور ثبوت کے طور پر ''سائفر'' کا حوالہ دیا۔ امریکہ نے ان الزامات کی تردید کی۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ہیومن رائٹس واچ)

پاکستان نے سینکڑوں افغان مہاجرین کو واپس بھیج کر انہیں طالبان کے جبر کے خطرے سے دوچار کر دیا ہے

اگست 2021 سے اب تک تقریباً 250,000 افغان پناہ گزین پاکستان پہنچ چکے ہیں، لیکن تارکین وطن کے خلاف کریک ڈاؤن نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو جیل یا ملک بدر کیے جانے کے خوف میں مبتلا کر دیا

گزشتہ تین دنوں میں 600 سے زائد افغان باشندوں کو پاکستان سے ملک بدر کیا جا چکا ہے، اور تارکین وطن کے خلاف نئے سرے سے کریک ڈاؤن میں سینکڑوں کو بے دخلی کا سامنا ہے۔

ہفتہ کو صوبہ سندھ سے 302 جبکہ پیر کو 303 افراد کو افغانستان واپس بھیجا گیا جن میں 63 خواتین اور 71 بچے شامل ہیں۔ آنے والے دنوں میں مزید 800 افراد کو ملک بدر کیے جانے کی توقع ہے۔

اگست 2021 میں طالبان کے اقتدار پر قبضے کے بعد سے تقریباً 250,000 افغان پاکستان پہنچے تھے۔

گزشتہ موسم گرما میں، حکام نے غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہونے پر افغان باشندوں کو ملک بدر کرنا شروع کیا تھا، لیکن اکتوبر کے بعد سے گرفتاریوں اور حراستوں میں اضافہ ہوا ہے۔ وکلاء کا کہنا ہے کہ صرف کراچی اور حیدرآباد میں تقریباً 1,400 افغان باشندوں کو حراست میں لیا گیا ہے، جن میں 129 خواتین اور 178 بچے شامل ہیں۔

پاکستان نے اقوام متحدہ کے پناہ گزین کنونشن 1951 کو اختیار نہیں کیا۔ یہ کنونشن ممالک پر قانونی ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ سنگین نقصان کے خوف سے بھاگنے والے لوگوں کی حفاظت کریں۔ کراچی سے تعلق رکھنے والی انسانی حقوق کی ایک وکیل منیزا کاکڑ نے کہا کہ گرفتار کیے گئے افغان باشندوں میں سے تقریباً 400 کے پاس ان کے پاسپورٹ یا ثبوت کے رہائشی کارڈز پر درست ویزے تھے، جو ان کے بقول پولیس نے ان سے جیل بھیجنے سے پہلے چھین لیے تھے۔

اسلام آباد میں مقیم عمر اعجاز گیلانی ایڈووکیٹ نے کہا کہ افغان کو ملک بدر کرنا ''نان ریفولمنٹ اصول'' (پناہ کے درخواست گزاروں یا پناہ گزینوں یا کو زبردستی واپس بھیجنا جہاں ان پر ظلم کیا جا سکتا ہے) کی برملا خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے حکومتِ پاکستان کے قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) پر زور دیا کہ وہ ریاستی حکام کو ملک بدری روکنے کی ہدایت جاری کرے۔ "این سی ایچ آر کا دائرہ اختیار ہے... اگر وہ اسے استعمال کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو ہم عدالتِ عالیہ میں جا سکتے ہیں،" گیلانی صاحب نے کہا، جو اسلام آباد میں پناہ حاصل کرنے والے ایسے 100 افغانوں کی مدد کر رہے ہیں جو انسانی حقوق کے دفاع کار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کے مؤکل سندھ میں گرفتاریوں سے بہت زیادہ پریشان تھے۔

پاکستان میں انسانی حقوق کے خودمختار ادارے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی ڈائریکٹر فرح ضیاء نے افغانوں کے ساتھ سلوک کی مذمت کی، خاص طور پر خواتین اور بچوں کی گرفتاریوں کی " کیونکہ وہ اپنی جنس، عمر اور مقامی نیٹ ورکس کے ساتھ روابط کی کمی کی وجہ سے اور زیادہ غیر محفوظ ہیں"۔

دسمبر میں کراچی میں قید خواتین اور بچوں کی تصاویر وسیع پیمانے پر منظر عام پر آئیں۔ پچھلے سال، کمیشن نے حکومت کو خط لکھا تھا، جس میں اس پر زور دیا گیا تھا کہ وہ افغان پناہ گزینوں کے لیے زیادہ انسان دوست پالیسی وضع کرے۔

سندھ حکام نے اپنے اقدامات کا دفاع کیا ہے۔ ان کے ترجمان مرتضیٰ وہاب نے کہا کہ حکومت صرف غیر قانونی تارکین کے خلاف کارروائی کر رہی ہے۔ ان لوگوں کے خلاف جو سفری دستاویزات کے بغیر رہ رہے ہیں۔

کراچی میں سیاسی پناہ کی رجسٹرڈ درخواست گزار ندا امیری* نے کریک ڈاؤن کے بعد سے "بے خواب راتوں" کے بارے میں بتایا۔ ان کے شوہر، ایک اہم سرکاری اہلکار، افغانستان میں روپوش ہیں۔ دسمبر 2021 میں کابل چھوڑنے اور اب باورچی کے طور پر کام کرنے والی 47 سالہ امیری نے کہا، "میرے سر میں درد رہتا ہے، اور میرا بلڈ پریشر کم ہونے سے انکاری ہے۔" انہوں نے مزید کہا: "میں کابل جہاں ہم آزادانہ سانس بھی نہیں لے سکتے واپس جانے کے بجائے جیل میں مرنا پسند کروں گا۔" "ان کے پاس سوسائٹی فار ہیومن رائٹس اینڈ پریزنرز ایڈ (شارپ) کا رجسٹریشن کارڈ ہے۔ یہ تنظیم اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے پناہ گزین (یو این ایچ سی آر) کے ساتھ مل کر پناہ کے معاملات کا ابتدائی جائزہ لیتی ہے۔ شارپ کے ایک عہدیدار نے کہا کہ کارڈ "انہیں تعاقب سے نہیں بچا سکتا"۔ امیری کی 21 سالہ بیٹی افشاں نور نے کہا کہ پاکستان میں رہنا شاید آسان نہ ہو لیکن اگر انہیں واپس بھیجا گیا تو وہ "میرے گھر میں قیدی" ہوگی۔ انہوں نے کہا، "اس وقت یہ عورت کے لیے زمین پر سب سے بری جگہ ہے۔"

انہوں نے کہا کہ ان کی 14 سالہ بہن اور 9 سالہ بھائی کو اب اسکول جانے کی اجازت نہیں، کیونکہ ان کی والدہ بہت پریشان ہیں کہ انہیں حراست میں لے لیا جائے گا۔ نور نے کہا، "والدہ نے ہمیں ہمیشہ شارپ کارڈ ساتھ رکھنے اور انتہائی ضروری حالت کے سوا گھر سے باہر نکلنے سے گریز کرنے کے لیے کہا ہے،" نور کا کہنا تھا، "ہم لوگوں کو بتاتے ہیں کہ ہم چترال

[افغانستان کی سرحد سے متصل شمالی پاکستان کا ایک علاقہ] سے ہیں۔"

نادرہ نجیب*، 43، ایک بیوہ اور چھ بچوں کی ماں، ہزارہ برادری سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہزارہ اکثریتی شیعہ مسلم اقلیتی گروپ ہے جسے طالبان نے ظلم وستم کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ دو ماہ قبل اپنے دو بیٹوں اور تین بیٹیوں سمیت پانچ بچوں کے ساتھ غیر قانونی طور پر پاکستان میں داخل ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا، "مجھے بھاگنے پر مجبور کیا گیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو طالبان میری میری بیٹیوں کی عصمت دری کرتے۔" جانے سے پہلے، اس نے اپنی بڑی بیٹی کی شادی ایک کزن کے بیٹے سے کر دی، اور اسے کابل چھوڑ دیا۔ نجیب جو کراچی میں ایک ماہی گیری کے ایک مچھلی فارم میں کام کرتی ہیں، نے سیاہ ابایا، ایک لمبا، ڈھیلا کوٹ پہننا شروع کیا جو ان کے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیتا ہے اور صرف ان کی آنکھیں نظر آتی ہیں۔ "اس طرح کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں افغان ہوں یا ہزارہ برادری سے تعلق رکھتی ہوں۔" انہوں نے کہا۔ "میں نے یہ مشکل سفر اپنے بچوں کی حفاظت کی خاطر کیا؛ اگر ہمیں جیلوں میں بند کر دیا اور پھر واپس بھیج دیا گیا تو یہ سب کچھ بیکار جائے گا"

یو این ایچ سی آر کے ترجمان قیصر خان آفریدی نے کہا کہ ادارہ ایسے پناہ گزینوں کی شناخت کے لیے کام کر رہا ہے جنہیں سب سے زیادہ خطرات لاحق ہیں۔ ان میں ایسی عورتیں بھی شامل ہیں جن کے کندھوں پر اپنے گھرانوں کی سربراہی کا بوجھ ہے اور ایسے خاندان جن کے بچے خطرے سے دوچار ہیں، تاکہ ایسے لوگوں کو آباد کیا جا سکے۔ یو این ایچ سی آر پناہ گزینوں کے لیے "پائیدار حل" تلاش کرنے کی سعی کر رہا ہے مگر پناہ دینے کا معاملہ حکومتوں کے اختیار میں ہے۔

بدقسمتی سے، تمام پناہ گزین آبادی کی نوآبادکاری ممکن نہیں کیونکہ مواقع محدود ہیں"، انہوں نے بتایا۔

شناختوں کے تحفظ کی خاطر نام تبدیل کیے گئے ہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ دی گارڈین)

جنیوا: انسانی حقوق کونسل کا اجلاس، جبری گمشدگیوں پر تشویش

مبشر نقوی

جنیوا میں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل میں یونیورسل پیریاڈک ریویو کے عمل کے تحت رکن ممالک نے پاکستان میں جبری گمشدگیوں اور دیگر انسانی حقوق کی پامالیوں کو روکنے کے لئے پاکستان کو متوجہ کرتے ہوئے لوگوں کے تحفظ کا مطالبہ کیا۔

اس موقع پر پاکستانی وزیر برائے خارجہ امور نے پاکستان کی رپورٹ پیش کی۔

آج پاکستان کا چوتھا جائزہ تھا، اس سے قبل 2008، 2012 اور 2017 میں اس عمل کے تحت پاکستان کا جائزہ لیا جا چکا ہے۔

آج کے اجلاس میں جرمنی، نیدرلینڈ، برازیل، پیراگوئے، بھارت اور دیگر رکن ممالک نے پاکستان سے تمام افراد کے جبری گمشدگی سے تحفظ کے کنونشن کی توثیق کرنے اور حراستی ہلاکتوں کے مسئلے کو حل کرنے کی سفارش کی۔

یورپی ملک اٹلی نے جبری گمشدگیوں کو ختم کرنے، ای ڈی کے کنونشن کی توثیق کرنے اور ملوث افراد کو جوابدہ بنانے کی سفارش کی۔

جبکہ امریکہ اور برطانیہ نے پاکستان سے جمہوری پالیسیوں کا مطالبہ کرتے ہوئے اقلیتی گروہوں، مذہبی اقلیتوں خصوصاً احمدیوں کے قتل پر تشویش کا اظہار کیا۔

بلوچستان میں انسانی حقوق سے متعلق کام کرنے والی تنظیم ایچ آر سی بی کے ترجمان عبداللہ عباس نے دی بلوچستان کو آج جنیوا اجلاس کے حوالے سے بتایا کہ انکی تنظیم نے 10 مختلف تفصیلی رپورٹ جمع کرائی ہیں۔ جن میں گذشتہ چار سالوں سے بلوچستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور پاکستان کے تسلیم کیے گئے کنونشن اور وعدے جو دو ہزار سترہ میں پاکستان نے تسلیم کیے تھے لیکن انہیں پامال کیا۔

ایچ آر سی بی نے اپنے جمع کرائے گئے رپورٹ میں رکن ممالک کو جبری گمشدگیوں سے متعلق بل پر آگاہ کیا کہ ابتک وہ قانون کا حصہ نہیں البتہ لاپتہ افراد کے کیسز کو جمع کرانے پر لواحقین پر کیس ہوسکتا ہے۔

ایچ آر سی بی نے 2018 جنوری سے لے کر مارچ 2022 تک 2725 جبری لاپتہ افراد جبکہ 973 ماورائے عدالت قتل ہونے والے افراد کی مکمل فہرست اور تفصیلات جمع کیے۔

ایک رپورٹ، گذشتہ اجلاس میں پاکستان نے جبری گمشدگی میں ملوث افراد کو سزا دینے کا وعدہ کیا تھا تاہم بازیاب لاپتہ افراد پولیس کے حوالے کرکے جھوٹے کیس بنائے جاتے ہیں، کے حوالے سے جمع کیا گیا ہے۔

راشد حسین اور عبدالحفیظ زہری کیس کے تمام ثبوت جمع کیے گیے ہیں ابتک پاکستان نے انہیں ٹرائل کا موقع نہیں دیا جبکہ راشد حسین تاحال لاپتہ ہے۔

''بلوچ طلبا کی پروفائلنگ سمیت بلوچستان میں تعلیمی

اداروں اور اسپتالوں میں فوج کے قبضہ سے متعلق ایک رپورٹ جمع کی گئی ہے۔:

لاپتہ افراد کے جعلی مقابلوں میں قتل پر تفصیلی رپورٹ کے علاوہ پاکستان نے پچھلے اجلاس میں دوران آپریشن بچوں اور خواتین کو نقصان نہ پہنچانے کی یقین دہانی کرائی تھی تاہم آپریشن کے دوران خواتین اور بچوں کو مارا گیا۔ ایچ آر سی بی نے اس متعلق بھی ایک رپورٹ جمع کرائی ہے۔

بلوچ کارکنوں کی اہلخانہ اور رشتے داروں کو ہراساں یا لاپتہ کرنے کے حوالہ سے بھی ایک رپورٹ جمع کرایا گیا۔

اسکے علاوہ پچھلے اجلاس میں پاکستان نے' تشدد' میں ملوث شخص کے خلاف کاروائی کی کمنٹمٹ کی تھی، لیکن 1713 افراد کی ایک فہرست جمع کیا گیا جن کے گمشدگی میں ملوث افراد کو سزا اور جوابدہ نہیں کیا گیا۔

ایچ آر سی بی کے مطابق پاکستان نے قیدیوں کے صاف شفاف ٹرائل کا یقین دلایا تھا جس پر عمل درآمد نہیں ہوا ہے۔

عبداللہ عباس نے کہا کہ ہم امید کرتے ہیں رکن ممالک اور اقوام متحدہ ان پیش کیے گئے رپورٹوں سے مطلق پاکستان کو جوابدہ ٹھہرائیں گے۔ بحیثیت انسانی حقوق تنظیم ہم نے بلوچستان سے متعلق حقائق انکے سامنے پیش کیے ہیں۔

عبداللہ عباس نے کہا کہ اب یہ دیکھا جائے گا پاکستان کا ردعمل کیا ہوگا اسکے بعد ہم ایک اور رپورٹ جمع کریں گے۔

واضح رہے کہ یونیورسل پیریاڈک ریویو 2007 میں متعارف کیا گیا جو انسانی حقوق کونسل کا ایک اہم طریقہ کار ہے جس کے تحت اقوام متحدہ کے تمام رکن ممالک کے انسانی حقوق کے ریکارڈ کا ہر چار سے پانچ سال بعد جائزہ لیا جاتا ہے۔

(بشکریہ بلوچستان ٹائمز)

ہم تین کانسٹیبل بھائی تھے اب میں اکیلا رہ گیا ہوں، میرے بھائیوں کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا

عزیزاللہ خان

'جب ایک دن اطلاع ملی دہشت گردوں کی جانب سے ہونے والی فائرنگ میں ایک پولیس اہلکار زخمی ہوا ہے، تو اچانک میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کہیں یہ میرا بھائی ہی نہ ہو۔ میں نے ذہن میں آنے والے اس خیال کو جھٹکا اور اپنے آپ کو تسلی دی کہ میرا خیال درست نہیں ہوگا۔ مگر پھر بھی دل میں ایک انجانہ سا خوف جنم لے چکا تھا۔'

'اسی خوف کو دل میں لیے نا چاہتے ہوئے بھی میرے قدم اپنے علاقے کے ہسپتال کی جانب اٹھ گئے کیونکہ میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ زخمی ہونے والا پولیس اہلکار کون ہے؟'

'اس خوف کی ایک وجہ یہ تھی کہ 2016 میں میرا ایک اور بھائی، جو خیبر پختونخوا پولیس ہی میں تھا، دہشت گردوں کی فائرنگ کے نتیجے میں ہلاک ہوا تھا۔'

'اسی سوچ اور خوف کے عالم میں جب ہسپتال پہنچا تو تمام خدشات درست ثابت ہوئے کیونکہ نا صرف میرے بھائی کو شدید زخمی حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا تھا بلکہ بعدازاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم بھی توڑ چکا تھا۔'

یہ کہنا ہے عالم زیب (فرضی نام) کا جن کے دوسرے بھائی کی ہلاکت چند روز قبل بنوں میں شدت پسندوں کی جانب سے پولیس اہلکاروں پر ہونے والے ایک حملے میں ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ 'ابھی پہلے بھائی کا صدمہ ہی نہیں بھولے تھے کہ دوسرے بھائی کا صدمہ سہنا پڑا۔'

جب وہ یہ باتیں بتا رہے تھے تو ان کی آواز میں افسردگی واضح تھی۔ دو پولیس اہلکار بھائیوں کی ہلاکت کے بعد انھیں خدشہ ہے کہ کہیں شدت پسند اب ان تک نہ پہنچ جائیں۔

وہ بتاتے ہیں کہ 'ہم تین بھائی تھے اور تینوں پولیس میں بطور کانسٹیبل بھرتی ہوئے تھے، اب میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ میرے دونوں بھائیوں کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا ہے۔'

'بھائی کی میت گھر پہنچی تو ماں، باپ بے ہوش ہو گئے'

عالم زیب بتاتے ہیں کہ دوسرے بھائی کی شدت پسندوں کے ہاتھوں ہلاکت کے بعد ان کے اہلخانہ کی زندگی بہت مشکل ہوگئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ 'اُس روز میں بھی ڈیوٹی پر ہی تھا جب یہ اطلاع ملی۔ اور جب ہسپتال جا کر معلوم ہوا کہ یہ میرا ہی چھوٹا بھائی ہے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ اس دوران مسلسل ٹیلیفون آنا شروع ہوگئے۔ میں فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ میں نے ابتدا میں گھر والوں کو بتایا کہ کوئی اور پولیس والا ہے، مگر جلد ہی ان تک خبر پہنچ چکی تھی۔'

'ہم ڈیڈ باڈی گھر لے کر گئے تو ماں، باپ بے ہوش ہوگئے۔ میں ایک طرف بھائی کی میت کو سنبھال رہا تھا تو دوسری جانب گھر والوں کے لیے گاؤں میں ڈاکٹر کو بلایا۔ بھائی کی میت گھر آنے پر ایک کہرام مچ گیا۔'

عالم زیب بتاتے ہیں کہ ان کا بڑا بھائی جو پولیس میں کانسٹیبل تھا وہ 2016 میں ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنا تھا اور اس وقت اُس کی عمر فقط 26 سال تھی، دوسرا بھائی بھی جب قتل کیا گیا تو اس کی عمر بھی 26 سال تھی۔

'اس خوف کی ایک وجہ یہ تھی کہ 2016 میں میرا ایک اور بھائی، جو خیبر پختونخوا پولیس ہی میں تھا، دہشت گردوں کی فائرنگ کے نتیجے میں ہلاک ہوا تھا۔'

عالم بتاتے ہیں کہ ان کے بڑے بھائی شادی شدہ تھے اور ان کا ایک بچہ بھی تھا۔ 2016 میں اُن کی ہلاکت کے بعد اُن کی بیوہ کی شادی دوسرے بھائی سے کر دی گئی تھی مگر اب وہ بھی قتل کر دیے گئے۔ 'دوسرے بھائی کی شہادت کے بعد ہماری بھابھی اب ہر وقت پریشان رہتی ہیں۔ دوسرے بھائی سے ان کی ایک بیٹی اور بیٹا ہیں۔'

'ہمارے والد معذور ہیں۔ والدہ ہر وقت سوچوں میں گم رہتی ہیں۔ میں ڈیوٹی پر جاتا ہوں تو میرے خاندان کے دو، تین بندے اب میرے ساتھ جاتے ہیں جو اس مقام پر ساتھ کھڑے رہتے ہیں جہاں میری ڈیوٹی ہوتی ہے۔'

عالم نے بتایا کہ گھر میں یہ صورتحال تھی کہ جب وہ ڈیوٹی پر جانے کے لیے گھر سے نکلتے ہیں تو والدہ دروازے تک ساتھ آتی ہیں، دعائیں کرتی ہیں کہ آج کا دن خیریت سے گزر جائے۔

'دو بھائیوں کی شہادت کے باوجود میں یہ نوکری نہیں چھوڑ سکتا۔ مالی حالات ایسے ہی ہیں کہ اگر نوکری نہیں کریں گے تو کھائیں گے کیا؟'

'40 دن زندگی اور موت کی کشمکش'

لکی مروت سے تعلق رکھنے والے مبشر کہتے ہیں کہ وہ دن انھیں آج بھی ایسے یاد ہے جیسے کل کی بات ہو۔

'میں اور میرا بھائی اپنی اپنی ڈیوٹی پر گئے تھے۔ میری ڈیوٹی پشاور سے آنے والے ایک جج کی سکیورٹی پر تھی جبکہ میرا بھائی تھانے میں تعینات تھا جسے اچانک شدت پسندوں کی موجودگی کی اطلاع پر کارروائی کے لیے جانا پڑا تھا۔'

'چند ماہ پہلے تک ہمارے گھر کے معاملات صحیح تھے۔ اپنی پولیس کی ملازمت کے حوالے سے خوف ضرور تھا کیونکہ علاقے میں پولیس کو دھمکیاں مل رہی تھیں اور پولیس چوکیوں، گشت پر معمور پولیس گاڑیوں اور تھانوں پر حملے ہو رہے تھے۔'

مگر پھر اس دوران ایک دن ایسا آیا جس سے ان کی زندگی بدل گئی۔

'وہ دن مجھے یاد ہے میں ڈیوٹی پر تھا۔ مجھے اطلاع ملی کہ اس تھانے کی پولیس کی ایک ٹیم طالبان کی موجودگی کی اطلاع پر کارروائی کے لیے نکلی ہے جہاں میرا بھائی تعینات تھا۔ پولیس ٹیم کی شدت پسندوں کے ساتھ فائرنگ کا تبادلہ ہوا جس میں میرے بھائی کو ایک گولی سر پر لگی اور اس سے وہ شدید زخمی ہوا۔'

'مجھے پولیس والوں نے اطلاع دی کہ بھائی زخمی ہوا جسے بنوں ہسپتال لے جایا جا رہا ہے۔ ہم سب بھی بنوں پہنچے تو وہاں معلوم ہوا کہ بھائی کو پشاور ریفر کر دیا گیا ہے۔ پشاور کے ہسپتال میں علاج ہوا اور روزانہ نئی کیفیت کا بتایا جاتا۔ کبھی امید پیدا ہو جاتی کہ وہ صحتیاب ہو رہے ہیں اور کبھی ایسا لگتا کہ ان کا بچنا مشکل ہوگا۔ وہ چالیس دن ایک عذاب کی طرح گزرے اور پھر 40 ویں روز ان کی وفات ہوگئی۔'

مبشر اپنے بھائی کا ذکر کرتے ہوئے ٹیلیفون پر رونے لگے اور کافی دیر تک ان کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا۔ حالانکہ اس واقعے کو لگ بھگ چار ماہ ہو چکے ہیں لیکن ان کی آواز سے ظاہر تھا کہ اب بھی غم میں ہیں اور انتہائی پریشان ہیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

پاکستان: سیاسی محاذ آرائی کے دوران حقوق کی مخدوش صورتِ حال

تباہ کن سیلاب نے انتہائی غیر محفوظ لوگوں کو درپیش موسمیاتی خطرات کو بے نقاب کیا ہے

(جکارتہ، جنوری، 2023) پاکستانی حکام نے 2022 میں ذرائع ابلاغ، سول سوسائٹی کے گروپوں اور حزبِ اختلاف کے کارکنوں کے خلاف کارروائیاں تیز کی، جبکہ اقلیتوں اور خطرے سے دوچار دیگر طبقوں کے حقوق کے تحفظ میں ناکام رہے، ہیومن رائٹس واچ نے آج اپنی عالمی رپورٹ 2023 کہا کہ تباہ کن سیلاب جس نے ملک کے ایک تہائی حصے کو متاثر کیا، کا سب سے زیادہ اثر غریبوں پر پڑا، جو پہلے ہی انتہائی مہنگی خوراک اور ایندھن کی قیمتوں کی بدولت شدید معاشی بحران سے دوچار تھے۔

ہیومن رائٹس واچ کی ایسوسی ایٹ ڈائریکٹر پیٹریشیا گوسمین نے کہا کہ پاکستان میں آزادانہ اظہار اور اختلافِ رائے کی جگہ تیزی سے سکڑتی جا رہی ہے۔ "پاکستان کے سیاست دان اقتدار کی کشمکش میں پڑے ہوئے ہیں جس کی قیمت ذرائع ابلاغ اور متحرک سول سوسائٹی کو بھگتنی پڑ رہی ہے۔"

712 صفحات پر مشتمل عالمی رپورٹ 2023 کے 33 ویں شمارے میں، ہیومن رائٹس واچ نے 100 کے قریب ممالک میں انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لیا ہے۔ اپنے تعارفی مضمون میں، قائم مقام ایگزیکٹو ڈائریکٹر تیرانہ حسن کہتی ہیں کہ ایک ایسی دنیا میں جس میں طاقت بدل چکی ہے، انسانی حقوق کے دفاع کے لیے زیادہ تر عالمی شمالی حکومتوں کے ایک چھوٹے سے گروپ پر انحصار کرنا اب ممکن نہیں رہا۔ یوکرین میں روس کی جنگ کے ارد گرد دنیا کا متحرک ہونا ہمیں اس غیر معمولی صلاحیت کی یاد دلاتا ہے جب حکومتوں کو عالمی سطح پر انسانی حقوق کی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے۔ یہ ذمہ داری انفرادی ممالک پر ہے، بڑے اور چھوٹے، اپنی پالیسیوں پر انسانی حقوق کے نظام کا اطلاق کریں، اور پھر انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے مل کر کام کریں۔

پاکستانی حکام نے حکومتی پالیسیوں پر تنقید کرنے پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں اور صحافیوں کو ہراساں کیا اور بعض اوقات اُن کے خلاف مقدمات چلائے۔ ذرائع ابلاغ کے ارکان پر پُرتشدد حملے بڑھے ہیں۔ حکام نے توہین مذہب کے الزامات اور سیاسی مخالفین اور صحافیوں کے خلاف نوآبادیاتی دور کے وسیع تر بغاوت کے قانون کا استعمال کیا۔

سابق وزیرِ اعظم عمران خان کی زیرِ قیادت حزبِ اختلاف کی جماعت پاکستان تحریکِ انصاف (پی ٹی آئی) کے ایک سینئر عہدیدار شہباز گل کو 9 اگست کو ایک ٹی وی انٹرویو میں فوج پر تنقید کرنے کی پاداش میں بغاوت اور بغاوت پر اُکسانے کے الزام میں اسلام آباد میں گرفتار کیا گیا۔ پاکستان تحریکِ انصاف سے منسلک کارکنوں نے معروف ٹیلی ویژن صحافی غریدہ فاروقی کو ریپ کی دھمکیاں دیں۔ اگست میں، وقار ستی نامی صحافی کو ٹوئٹر پر ایک ویڈیو پوسٹ کرنے پر توہینِ مذہب کے الزامات کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے ویڈیو میں عمران خان کے اقتباسات کا حوالہ دیا تھا۔

حکومتِ پاکستان توہینِ رسالت کے قانون کی دفعات کو تبدیل یا منسوخ کرنے میں ناکام رہی۔ یہ قوانین مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد کا بہانہ فراہم کرتے ہیں اور ان کی بیجا گرفتاری اور قانونی چارہ جوئی کے خطرے سے دوچار کرتے ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے ارکین توہینِ رسالت کے قوانین کے ساتھ ساتھ مخصوص احمدی مخالف قوانین کے تحت ناجائز قانونی کاروائیوں کا نشانہ بنتے رہے۔ عسکریت پسند گروپ اور اسلامی سیاسی جماعت تحریکِ لبیک (ٹی ایل پی) احمدیوں پر "مسلمان ظاہر کرنے" کا الزام لگاتے ہیں۔ ضابطہ فوجداری پاکستان بھی "مسلمان ظاہر کرنے" کو ایک فوجداری جرم کے طور پر دیکھتا ہے۔ جنوری میں، ایک انسداد سائبر جرائم عدالت نے ایک خاتون عنیقہ عتیق کو واٹس ایپ پر "گستاخانہ مواد" شیئر کرنے پر سزائے موت سنائی۔ فروری میں، مشتاق احمد، جو کہ نفسیاتی مرض کا شکار تھا، کو پنجاب کے علاقے میں خانیوال میں مبینہ طور پر قرآن کی بے حرمتی کے الزام میں ایک ہجوم نے سنگسار کر کے ہلاک کر دیا تھا۔

پاکستان میں 2022 میں آنے والے سیلاب سے 1500 سے زیادہ افراد ہلاک ہوئے، تین کروڑ تیس لاکھ سے زیادہ بے گھر ہوئے، اور گھروں اور اہم انفراسٹرکچر کو اربوں ڈالر کا نقصان پہنچا۔ پاکستان کا شمار اُن ممالک میں ہوتا ہے جہاں موسمیاتی تبدیلیوں کا سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ اسے عالمی اوسط سے کافی زیادہ درجہ حرارت کا سامنا ہے۔ یہاں مزید شدید بارشوں کا امکان ہے جس سے مزید سیلاب کا خطرہ بڑھ سکتا ہے۔ پاکستانی حکومت نے عالمی مدد طلب کی اور دوسرے ممالک کے ساتھ مل کر کامیابی کے ساتھ گلوبل نارتھ کی حکومتوں پر زور دیا کہ وہ موسمیاتی اجلاس سی او پی 27 میں معاوضہ فنڈ بنانے پر رضامند ہوں۔ لیکن اس نے اپنی بنیادی کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے مناسب طریقے سے تیاری اور ضروری اقدامات اقدامات نہیں کیے۔

سیلاب نے خواتین اور بچوں کے لیے صحت کے شعبے میں دیرینہ عدم مساوات کو مزید سنگین کیا ہے۔ سیلاب سے متاثر ہونے والی 650,000 حاملہ خواتین اور لڑکیوں میں سے 73,000 کو غیر محفوظ حالات میں بچوں کو جنم دینا پڑا، جس سے زچگی کی صحت کے تحفظ پر پاکستان کی پہلے سے خراب کارکردگی مزید خراب ہوئی۔ سیلاب میں 400 سے زائد بچے ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔ یونیسیف نے رپورٹ کیا کہ سیلاب کے فوری بعد کم از کم چونتیس لاکھ بچوں کو فوری انسانی امداد کی ضرورت تھی اور وہ پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں، ڈوبنے اور غذائی قلت کے بڑھتے ہوئے خطرات سے دوچار تھے۔ اگست تک، تقریباً ایک کروڑ ساٹھ لاکھ متاثرہ بچے رہائش اور پینے کے صاف پانی تک رسائی سے محروم تھے۔

ہیومن رائٹس واچ کی عالمی رپورٹ 2023 میں پاکستان کا باب پڑھنے کے لیے، براہ کرم ملاحظہ کریں:

https://www.hrw.org/world-report/20
23/country-chapters/pakistan

پاکستان کے بارے میں ہیومن رائٹس واچ کی دیگر رپورٹس پڑھنے کرنے کے لیے، براہ کرم ملاحظہ کریں:

https://www.hrw.org/world-report/
2023/country-chapters/pakistan

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ہیومن رائٹس واچ)

مذہب کی جبری تبدیلی

اخونزادہ اظہارالدین

> سندھ میں غیر مسلم لڑکیوں کی جبری مذہبی تبدیلی کا اعتراف سابق وزیراعظم عمران خان نے بھی کرلیا ہے لیکن وفاقی اور صوبائی حکومتیں مناسب حل تلاش کرنے میں ناکام ہیں۔ پاکستان وفاقی سطح پر جبری مذہبی تبدیلی کو جرم قرار دینے سے مسلسل انکار کررہا ہے۔ اکتوبر 2021 میں وفاقی سطح پر غیر مسلم اراکین پارلیمان کی طرف سے "جبری مذہبی تبدیلی کی ممانعت بل 2021" پیش کیا گیا تھا جس کو پارلیمانی کمیٹی نے اسلامی نظریاتی کونسل اور جماعت اسلامی کی مخالفت کی وجہ سے مسترد کردیا۔ 2016 میں، سندھ اسمبلی نے ایک بل پاس کیا جس میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ کسی کے ذریعے مذہبی تبدیلی صرف اس وقت عمل میں آئے گا جب وہ اکثریت کی عمر کو پہنچے، یعنی 18 سال۔ اس کے لیے سخت سزائیں بھی دی گئیں۔ لیکن شاید جبری مذہبی تبدیلی کے مرتکب افراد کے دباؤ کی وجہ سے سندھ گورنر نے اس بل پر دستخط نہیں کیا۔

جبری مذہبی تبدیلی پاکستان کے لیے ایک انتہائی سنگین، تقریباً دائمی مسئلہ بن چکا ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ماہرین نے جنیوا میں بیان جاری کیا جس میں انہوں نے پاکستان میں لڑکیوں اور نوجوان عورتوں کے جبری اغواء، شادیاں اور مذہب کی جبری تبدیلی کی بڑھتی ہوئی اطلاعات پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اس کے خاتمے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں، خواتین کے خلاف ادارہ جاتی تعصب کو ختم کریں۔ پولیس اور عدلیہ اکثر متاثرین بچیوں اور عورتوں کی بجائے مجرموں کی حمایت کرتے ہیں ان محرومیوں کا ازالہ کریں اور انصاف کو یقینی بنائیں۔

سندھ میں غیر مسلم لڑکیوں کی جبری مذہبی تبدیلی کا اعتراف سابق وزیراعظم عمران خان نے بھی کیا تھا لیکن وفاقی اور صوبائی حکومتیں مناسب حل تلاش کرنے میں ناکام ہیں۔ پاکستان وفاقی سطح پر جبری مذہبی تبدیلی کو جرم قرار دینے سے مسلسل انکار کررہا ہے۔ اکتوبر 2021 میں وفاقی سطح پر غیر مسلم اراکین پارلیمان کی طرف سے "جبری مذہبی تبدیلی کی ممانعت بل 2021" پیش کیا گیا تھا جس کو پارلیمانی کمیٹی نے اسلامی نظریاتی کونسل اور جماعت اسلامی کی مخالفت کی وجہ سے مسترد کردیا۔ 2016 میں، سندھ اسمبلی نے ایک بل پاس کیا جس میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ کسی فرد کا مذہب صرف اس وقت تبدیل ہوسکتا ہے جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچے، یعنی 18 سال۔ لیکن شاید جبری مذہبی تبدیلی کے مرتکب افراد کے دباؤ کی وجہ سے سندھ گورنر نے اس بل پر دستخط نہیں کیا۔

جب پاکستان بنا، تو غیر مسلم آبادی 23 فیصد تھی اور آج یہ 5 فیصد رہ گیا ہے۔ پاکستان سے غیر مسلموں کی نقل مکانی کی سب سے بڑی وجہ نوجوان ہندو لڑکیوں کا زبردستی مذہب تبدیل کرنا ہے۔ 2021 میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے مذہب کی جبری تبدیلی کے 27 واقعات قلمبند کیے، جبکہ سنٹر فار سوشل جسٹس کے مطابق پنجاب میں مذہب کی جبری تبدیلی کے 36 واقعات رونما ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق ہر ماہ 20 یا اس سے زیادہ ہندو لڑکیوں کو اغوا کر کے مذہب تبدیل کیا جاتا ہے حالانکہ درست اعداد وشمار جمع کرنا ناممکن ہے۔ ان میں سے اکثر لڑکیاں کم عمر ہوتی ہیں۔

بعض دینی مدارس پر غیر مسلم لڑکیوں کو زبردستی مذہب تبدیل کرنے میں کلیدی کردار ادا کرنے کا الزام عائد ہوتا رہا ہے۔ جیسا کہ ضلع عمرکوٹ میں مدرسہ پیر جان سرہندی اور درگاہ بھرچونڈی شریف۔ ایک اطلاع کے مطابق، مدرسہ پیر جان سرہندی کے سربراہ پیر جان سرہندی نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اب تک 40 ہزار غیر مسلموں کو اسلام قبول کرواچکے ہیں۔

کچھ بااثر اور سیاسی شخصیات بھی مذہب کی جبری تبدیلی میں ملوث ہوتے ہیں۔ سابق رکن پارلیمنٹ میاں مٹھو کی طرف سے زبردستی اسلام قبول کرنے والی نوجوان ہندو لڑکی رنکل کماری کا معاملہ بہت مشہور ہوا اور اسے بین الاقوامی فورمز پر اجاگر کیا گیا لیکن کوئی بھی اسے چیلنج نہیں کرسکا۔ مقدمہ درج کرنے پر زیادہ تر لوگوں کو مذہبی افراد کی طرف سے دھمکیاں بھی ملتی ہیں یہاں تک کہ مقدمہ عدالت میں چلے جانے پر مذہبی افراد عدالتی حکام کو بھی دھمکیاں دیتے ہیں جج اور پولیس مقامی لوگوں اور شدت پسند گروپ کی وجہ سے اکثر مجرموں کو سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اغوا، تبدیلی مذہب اور زبردستی کی شادی کے بعد بہت سی لڑکیوں کو جب عدالت میں پیش کیا جاتا ہے تو ان کے اغوا کاران لڑکیوں کو اپنے ہی والدین کے خلاف بیان دینے پر مجبور کردیتی ہیں جان کو لاحق خطرات کی وجہ سے لڑکیاں بیان کرتی ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے آئی ہیں جیسا کہ کراچی کی ہیما یوحنا اور اقصیٰ رانا کے کیسز۔

کچھ عرصے کے بعد، کئی لڑکیوں کو غائب کردیا جاتا ہے، قتل کردیا جاتا ہے، یا زبردستی جسم فروشی کے لیے کہیں منتقل کر دیا جاتا ہے۔، متاثرین لڑکیوں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا جاتا ہے اور اگر وہ واپس اپنے گھر جانے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو وہاں بھی ان کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہے۔ غیر مسلم لڑکیوں کی جبری تبدیلی کا اثر لڑکیوں کی تعلیم پر بھی پڑتا ہے کیونکہ کئی والدین عدم تحفظ اور اغوا کے خوف کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجنا پسند نہیں کرتے۔ کم عمری میں جبری مذہبی تبدیلی، بچپن سے محرومی اور اس کے خاندان سے مستقل علیحدگی ان کی اخلاقی اور نفسیاتی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں جس کے سنگین نتائج بھی ہوسکتے ہیں۔ بہت سے معاملات میں، متاثرین بچیوں کے ساتھ ان کے شوہروں اور ان کے خاندان کی طرف سے برا سلوک کیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کو اپنے والدین سے ملنے کی اجازت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کے والدین کو کسی لڑکی کے گھر آنے کی اجازت ہوتی ہے۔

جبری تبدیلی مذہب کا عام طریقہ کار یہ ہے کہ ہندو یا عیسائی خاندان سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی کو اغوا کیا جاتا ہے اور چند دن یا ہفتوں کے بعد ان کو عدالت کے سامنے پیش کیا ہے ثبوت کے طور پر کسے مدرسے یا مولوی کی جانب سے جاری کردہ سرٹیفکیٹ دکھایا جاتا ہے اور ویڈیو کے ذریعے پیغام دیا ہے کہ اس نے ایک مسلمان مرد سے محبت کی شادی کرلی ہے اور وہ مسلمان ہوگی ہے۔ والدین اغوا کے بارے میں پولیس کے پاس شکایت درج کرنے میں تو کامیاب ہوجاتے ہیں لیکن اکثر پولیس لڑکی کو بازیاب کرانے میں ناکام رہتی ہے۔ ایسے معاملات میں جبری مذہبی تبدیلی کے خلاف قانون کا اطلاق مشکل سے ہوتا ہے، کیونکہ یہ معاملہ مذہبی مسئلہ بن جاتا ہے۔ ایک بار لڑکی کو مسلمان قرار دے دیا جائے تو وہ اپنے سابقہ مذہب میں واپس نہیں جاسکتی۔ پاکستان کو ان لوگوں کی حوصلہ شکنی کے لیے مناسب کارروائی کرنی چاہیے اور ایسے قوانین اور اقدامات کرنے کی ضرورت ہے، جو ان مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اقلیتی لڑکیوں کے حقوق کا تحفظ کریں۔ حکومت کی جانب سے کسی قانون کا نہ ہونا پاکستانی اقلیتوں پر سنگین اثرات مرتب کرسکتا ہے۔

☆☆☆

تجاوزات کے نام پر بے گھر ہونے والوں سے متعلق ریاست کب سوچے گی؟

عارف حسن

سال 2018ء میں عدالتِ عظمیٰ کے حکم کی بنیاد پر کراچی میں اندازاً 7 ہزار ہاکروں کو سڑکوں سے ہٹایا گیا اور اس کے نتیجے میں ان کا ذریعہ معاش ختم ہوگیا، یوں ان کے بچوں کا اسکول جانا ترک ہوگیا، کرایہ نہ دینے کی وجہ سے کئی لوگوں کے گھر چھن گئے اور ان کے دہائیوں پرانے کاروباری تعلقات بھی ختم ہوگئے۔

ریاست نے انہیں متبادل مکان دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ وعدہ کبھی پورا نہیں ہوا۔ اندورن اور بیرونِ ملک سے اشیا درآمد کرنے والے، تیار اشیا کو فروخت کرنے والے اور ان کی سپلائی چین سمیت ہر چیز ہی اس سے متاثر ہوئی۔ اس کے نتیجے میں اربوں روپے کا کاروبار اور تجارت ختم ہوئی اور کراچی کی باضابطہ اور غیر رسمی معیشت کو نقصان پہنچا۔

سال 2019ء میں سرکلر ریلوے ٹریک کے اطراف میں 1100 گھروں کو مسمار کردیا گیا جن میں 10 ہزار سے زائد افراد رہائش پذیر تھے۔ آج تک وہ افراد ان ٹوٹے ہوئے گھروں میں رہنے پر مجبور ہیں جہاں نہ کھانا پکانے کی مناسب جگہ ہے اور نہ ہی بیت الخلا۔ ان لوگوں کے بچے بھی اب اسکول نہیں جاسکتے۔ ایک سال کے بعد مئی 2020ء میں عدالتِ عظمیٰ نے حکم دیا کہ ایک سال کے اندر ان افراد کو انفراسٹرکچر کی سہولیات کے ساتھ باعزت طور پر دوبارہ آباد کیا جائے۔ تاہم آج تک اس حکم پر عمل درآمد کا آغاز نہیں کیا گیا۔

کراچی کو ڈوبنے سے بچانے کے لیے گجر، اورنگی اور محمود آباد نالے کے اطراف جو توڑ پھوڑ کی گئی اس کے نتیجے میں بھی ساڑھے 7 ہزار خاندانوں کو بے گھر کیا گیا۔ تاہم اب بھی کراچی ڈوبتا ہے۔ ستمبر کے مہینے میں کے ڈی اے چورنگی نارتھ ناظم آباد میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بلاول بھٹو زرداری نے وعدہ کیا تھا کہ حکومت متاثرین کو متبادل رہائش فراہم کرے گی۔ وزیرِ اعلیٰ سندھ بھی 2، 3 مرتبہ یہ بات دہرا چکے ہیں۔

2021ء میں بحالی کے ان کاموں کے لیے 2 ارب روپے مختص کیے گئے تھے تاہم بحالی کا کوئی کام نہیں ہوا اور متاثرین اپنے محلوں یا گھروں میں کھلی جگہوں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ مالی سال 23-2022ء کے بجٹ میں بحالی کے کاموں کے لیے مختص اس رقم کو بڑھا کر 9 ارب روپے کردیا گیا تھا۔

حال ہی میں مجاہد کالونی کے مکینوں کے گھر مسمار کردیے گئے۔ ان مکینوں کی اکثریت 1947ء سے وہاں مقیم ہے۔ ان مکینوں کے گھروں کو تجاوزات میں شمار کیا گیا۔ مجاہد کالونی کے 28 ایکڑ میں سے 13 ایکڑ کی لیز سندھ کچی آبادی اتھارٹی سے لی گئی تھی۔ یہ مسماری بہت ہی ظالمانہ انداز میں کی گئی جس میں احتجاج کرنے والی خواتین مظاہرین پر لاٹھیاں برسائی گئیں اور لڑکیوں کے ساتھ مرد پولیس اہلکاروں نے بدسلوکی کی۔ اس ظلم کے بعد کوئی کارروائی نہیں کی گئی اور نہ ہی کسی قسم کے معاوضے یا متبادل رہائش کا وعدہ کیا گیا۔

مجموعی طور پر ان تمام کارروائیوں میں کراچی کے 17 ہزار خاندان بے گھر ہوئے ہیں اور اب وہ یہی کرسکتے ہیں کہ یا تو کسی نئی کچی آبادی میں بس جائیں یا پھر کسی کرائے کے گھر میں رہائش اختیار کرلیں۔ اس کے علاوہ ان متاثرین میں تقریباً 40 ہزار بچے بھی شامل ہیں جن کے پاس اب اپنی تعلیم جاری رکھنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

حکومت شہریوں کو رہائش اور تعلیم فراہم کرنا چاہتی ہے اور یہ بھی شکایت کرتی ہے کہ اس کے پاس اس کام کے لیے مناسب پیسے نہیں ہیں لیکن دوسری طرف حکومت مکانات کی مسماری جیسی اپنی پالیسیوں کے نتیجے میں ناخواندہ اور بے گھر افراد کی تعداد میں اضافہ بھی کررہی ہے۔

میں نے ہمیشہ ان لوگوں کی بحالی کی بات کی ہے جن کے گھر مسمار کردیے گئے۔ ان لوگوں کو زمین، پانی، ٹرانسپورٹ اور تعمیرات کے لیے قرض کی ضرورت ہے اور یہ اپنے مکان خود تعمیر کرلیں گے۔ کچی آبادیاں ایسے ہی بنتی ہیں۔ میرے دوست تسنیم صدیقی نے بھی حکومتی سرپرستی میں تعمیر کی گئی خدا کی بستی میں یہی کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ ایک نمونہ ہے جسے موجودہ متاثرین کی بحالی کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

یہاں ایک اچھی خبر بھی ہے۔ سندھ واٹر اینڈ ایگریکلچر ٹرانسفارمیشن پراجیکٹ کی ایک دستاویز میں حیدرآباد، ٹنڈو محمد خان اور بدین کے اضلاع میں اکرم واہ کینال کے نتیجے میں بے گھر ہونے والے ایک ہزار 246 گھرانوں کے لیے آبادکاری کے انتظام کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ عدالتِ عظمیٰ اور عدالتِ عالیہ سندھ کے حکم پر وہاں انسدادِ تجاوزات مہم چلائی گئی تھی۔

دستاویز سے پتا چلتا ہے کہ ورلڈ بینک نے محکمہ آبپاشی سندھ سے رقم حاصل کی ہے اور حکومت ان تمام لوگوں کو مکمل ریلیف اور معاوضہ دے رہی ہے جو نہر کے راستے میں تھے۔ اس لیے ورلڈ بینک نے کراچی کے نالے کے لیے اختیار کیے گئے انداز سے مختلف انداز اپناتے ہوئے اس نہر پر کام کرنے کی رضامندی ظاہر کی ہے۔ کراچی میں تو حکومت نے متاثرین کو معاوضہ نہیں دیا تھا اور ورلڈ بینک نے انسدادِ تجاوزات مہم کے متاثرین کی بحالی میں تعاون کرنے سے انکار کردیا تھا۔

یہ دستاویز ایک اچھی روایت قائم کرتی ہے اور اس کی حمایت کرنی چاہیے۔ تاہم یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ورلڈ بینک اور حکومتِ سندھ کا اکرم واہ اور کراچی کے نالے اور کچی آبادیوں کے لیے الگ الگ معیار کیوں ہے؟

یہ ضروری ہے کہ تمام بے دخلی ماسوائے جہاں دھوکہ دہی کی گئی ہو، ان کو اس انسدادِ تجاوزات مہم کے مطابق معاوضہ دیا جائے جو عدالتِ عظمیٰ، پاکستان کے حکم پر اکرم واہ میں چلائی گئی تھی۔

لکھاری آرکیٹکٹ ہیں۔ ان کا ای میل ایڈریس arifhasan37@gmail.com ہے۔ ان کی ویب سائٹ وزٹ کریں: www.arifhasan.org

(بشکریہ ڈان)

اساتذہ کی مدت ملازمت ختم ہونے سے طلباء وطالبات کی تعلیم متاثر ہونے کا خدشہ

خیبر ضلع خیبر کی عوام نے اپنے بچوں کی تعلیم متاثر ہونے کے حوالے سے خدشات ظاہر کیئے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ حکومت نے سکولوں میں اساتذہ کی کمی کے باعث پی ٹی سی فنڈز سے سال 2022 میں 9 ماہ کے کنٹریکٹ پر میل اور فیمل اساتذہ بھرتی کیئے تھے جو حکومت کی طرف سے تعلیمی شعبے میں بہترین اقدام تھا کیونکہ اس اقدام سے سکولوں میں اساتذہ کی کمی کافی حد تک پوری ہوئی جس سے بہت سے بچے زیورِ تعلیم سے مستفید ہورہے تھے لیکن اب مدت ملازمت ختم ہونے کے باعث متعلقہ کنٹریکٹ پر بھرتی کیئے گئے اساتذہ کو فارغ کیا جارہا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ امتحانات میں دو تین ماہ باقی رہ گئے ہیں اور اس وقت اساتذہ کو فارغ کرنے سے طلباء و طالبات کی پڑھائی متاثر ہونے سے ان کا مستقبل خطرے میں پڑسکتا ہے جبکہ یہاں سکولوں میں اساتذہ اب بھی کم ہیں اور اگر ان اساتذہ کو بھی فارغ کیا گیا تو بچے امتحانات تک پڑھائی کیسے کریں گے؟ طلباء وطالبات کے والدین نے وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا اعظم خان، سیکرٹری تعلیم، اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر خیبر سمیت دیگر اعلیٰ حکام سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ متعلقہ کنٹریکٹ پر بھرتی کیئے گئے اساتذہ کی مدت ملازمت میں 1 سال تک مزید توسیع کی جائے تاکہ طلباء وطالبات کی پڑھائی متاثر ہونے سے بچ جائے۔

(مسعود شاہ)

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کا وزیر مذہبی امور پر خاتون امیدوار سے صنفی امتیاز برتنے کا الزام

اسلام آباد قومی کمیشن برائے انسانی حقوق نے ڈائریکٹر جنرل حج کے عہدے کے لیے ایک خاتون امیدوار کو صنفی امتیاز کی بنیاد پر مسترد کیے جانے کا الزام عائد کرتے ہوئے شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سروس کی بی ایس-20 کی افسر صائمہ صباح نے گزشتہ برس دسمبر میں اسلام آباد ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی تھی اور موقف اختیار کیا کہ اس نے مذکورہ پوزیشن کے لیے تحریری امتحان میں 100 میں سے 71 نمبر کے ساتھ پہلی پوزیشن حاصل کی تھی لیکن صنفی امتیاز کی وجہ سے انہیں اس عہدے سے محروم کردیا گیا۔انہوں نے عدالت سے درخواست کی کہ وزارت مذہبی امور کو ہدایت کی جائے کہ وہ انہیں کامیاب امیدوار قرار دے اور اس کے تحت بحیثیت ڈی جی حج تقرر کا نوٹیفکیشن جاری کرے۔درخواست میں الزام لگایا گیا ہے کہ انٹرویو کی کارروائی کے دوران وزارت مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی کے وزیر نے درخواست گزار پر صنفی بنیاد پر نامناسب جملے کسے۔اپنی درخواست میں انہوں نے مبینہ انٹرویو کا ایک ٹرانسکرپٹ بھی جمع کرایا تھا۔تاہم اسلام آباد ہائی کورٹ کے ایک رکنی بینچ نے ان کی درخواست کو مسترد کردیا تھا جس کے بعد صباح نے انٹرا کورٹ اپیل دائر کی تھی، ہائی کورٹ نے جمعرات کو کیس کا فیصلہ محفوظ کرلیا تھا۔اس معاملے پر گفتگو کرتے ہوئے قومی کمیشن برائے انسانی حقوق نے کہا کہ ڈی جی حج کے عہدے کے لیے اہلیت کے معیار میں خواتین کو شامل کیا گیا تھا اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صباح 71 نمبروں کے ساتھ اس ملازمت کے لیے سب سے زیادہ اسکور کرنے والی امیدوار تھیں۔انہوں نے کہا کہ سعودی عرب میں ڈی جی حج کی حیثیت سے 19 ماہ تک خاتون کی جانب سے خدمات انجام دینے کی نظیر موجود ہے تو 'پاکستان بہترین اور اہل امیدوار صائمہ صباح پر صرف اس لیے پابندی کیوں عائد کرے کہ وہ ایک خاتون ہیں؟'۔ایک اور ٹوئٹ میں کمیشن نے کہا کہ جہاں سعودی عرب عازمین حج کا انتظام کرنے کے لیے خواتین کی حوصلہ افزائی کررہا ہے، وہیں پاکستان کی وزارت مذہبی امور صنفی بنیاد پر اہل امیدواروں کو مسترد کررہی ہے۔اس سلسلے میں وزیر مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی مفتی عبدالشکور اور صائمہ صباح کے درمیان مذکورہ انٹرویو کا مبینہ آڈیو کلپ بھی سوشل میڈیا پر زیر گردش ہے۔لیک ہونے والی آڈیو میں مبینہ طور پر عبدالشکور کو انٹرویو میں شریک خاتون صائمہ صباح سے کہتے ہوئے سنا جاسکتا ہے کہ حج ایک مذہبی فریضہ ہے اور دنیا بھر سے لوگ اس میں شرکت کرتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ ہمارا حج مکمل طور پر ڈی جی حج پر منحصر ہے اور لوگ ان کی طرف دیکھتے ہیں، تو اگر اس شخص کی ظاہری وضع قطع اور شخصیت سنت کے مطابق نہ ہو تو پاکستان کے بارے میں کیا پیغام جائے گا۔اس پر خاتون جواب دیتی ہیں کہ وہ ایک مسلمان ہیں اور ان کے والد بھی ایک ایمان دار آدمی ہیں۔اس پر وزیر کہتے ہیں نہیں، میں آپ کے بارے میں بات کررہا ہوں، ہمارے مذہب میں اپنے سر کو اسکارف سے ڈھانپنا لازمی ہے۔اس پر خاتون نے کہا کہ وہ ان سے اتفاق کرتی ہیں لیکن ضرورت پڑنے پر دوپٹہ لے لیں گی۔اس کے بعد انٹرویو کے دوران وزیر خاتون سے حجاب کی اہمیت اور اسے نہ پہننے کے حوالے سے سوال کرتے ہوئے کہتے ہیں ان کے اسکارف نہ پہننے سے دنیا بھر کے ممالک کو کیا تاثر ملے گا۔بعد میں اپنے ٹوئٹر اکاؤنٹ کے ذریعے ایک بیان میں عبدالشکور نے آڈیو کی سچائی پر شکوک کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ آئینی عہدے پر فائز رہتے ہوئے صنفی امتیاز کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ان کا کہنا تھا کہ انٹرویو کے بعد ہونے والی گفتگو کو مبینہ آڈیو میں کانٹ چھانٹ کے بعد پیش کیا گیا لیکن وہ خاتون افسر کے بے بنیاد الزامات کے باوجود اس کا احترام کرتے ہیں۔عبدالشکور نے کہا کہ عدالت جو بھی فیصلہ کرے گی وہ اسے قبول کریں گے اور اسلام آباد ہائی کورٹ سے درخواست کی کہ وہ اس معاملے پر جلد فیصلہ کرے۔وزیر نے الزام لگایا کہ خاتون افسر نے اپنے الزامات سے قبل تقرری کے لیے سیاسی طور پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی تھی۔

(بشکریہ ڈان)

کیا معدومی کے خطرے سے دوچار زبانوں کا تحفظ ضروری نہیں؟

مبشر نقوی

ہم میں سے کئی لوگ ایک سے زیادہ زبانیں بولتے ہیں یا جانتے ہیں لیکن پھر بھی ہم اپنی زندگیوں میں ان زبانوں کی اہمیت اور ان کے کردار سے واقف نہیں ہوتے۔

ہم یہ تصور کر لیتے ہیں کہ زبان بس رابطے کا ایک ذریعہ ہے اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہماری شناخت، ثقافت اور تاریخ کی جڑیں بھی اس زبان سے جڑی ہوتی ہیں۔ یہ زبان ہی ہوتی ہے جس کے ذریعے ہم اپنی شناخت بیان کرتے ہیں، اپنے حقوق کا دفاع کرتے ہیں اور سماجی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔

اپنی زبانوں کے تحفظ میں ہماری عدم دلچسپی یا اس طرح کے کثیر الجہتی مسائل کی کم فہمی عالمگیریت کے بڑھتے ہوئے اثرات کے ساتھ مل کر ہماری ثقافت اور خاص طور پر مقامی زبانوں کے وجود کو خطرے میں ڈال رہی ہے۔ اس طرح ہر گزرتے دن کے ساتھ علاقائی اور مقامی زبانوں کو لاحق خطرات میں کئی گنا اضافہ ہو رہا ہے۔

ماہرین لسانیات نے پیشگوئی کی ہے اگلے 100 برسوں میں 90 فیصد زبانیں معدوم ہو جائیں گی اور دنیا میں صرف 6 زبانیں باقی بچیں گی۔ یہ اس معاملے کی سنگینی کا واضح اشارہ ہے۔ اگر یہ پیشگوئی درست ثابت ہوتی ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا ہوگا جو صرف ایک ہی زبان بولتے ہیں اور جن کی تاریخ، ثقافتی ورثہ، روایات اور اقدار سب اس ایک زبان سے ہی جڑی ہوئی ہیں۔ آج بھی دنیا کے 40 فیصد افراد صرف اپنی مادری زبان ہی بولتے ہیں جبکہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ دنیا کی نصف آبادی کم از کم 2 زبانیں بول یا سمجھ سکتی ہے۔

کچھ لوگوں کے نزدیک شاید ایک ہی زبان میں سب سے بات کرنا ایک اچھا خیال ہو لیکن میرے نزدیک تو ایک غیر متنوع دنیا جہاں بہت کم زبانیں ہوں ایک بہت ہی خوفناک خیال ہے۔

زبانوں کی بہتات

زبانیں اقوام یا براعظموں میں یکساں طور پر تقسیم نہیں ہیں۔ کچھ خطوں میں لسانی تنوع بہت زیادہ ہے اور کہیں بہت کم۔ اس کی بہترین مثال پاپوا نیو گینی ہے۔ ورلڈ اٹلس کے مطابق یہ لسانی طور پر دنیا کا سب سے زیادہ متنوع ملک ہے۔ یہاں تقریباً 840 زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ زبانیں تو بہت کم لوگ بولتے ہیں اور بعض زبانوں کے حوالے سے تو یہ تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔

ایتھنولوگ کو دنیا میں زبانوں کی جامع ترین کیٹلاگ کہا جاتا ہے۔ اس کے تازہ ایڈیشن کے مطابق دنیا بھر میں موجود 6 ہزار 909 زبانوں میں سے یورپ میں صرف 291 زبانیں بولی جاتی ہیں جبکہ ایشیا میں 2 ہزار 197 زبانیں بولی جاتی ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایشیا میں سب سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں، اس کے بعد افریقہ کا دوسرا نمبر ہے جہاں تقریباً 2 ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ امریکا اور اوشینیا میں ایک، ایک ہزار اور پھر یورپ میں 291 زبانیں بولی جاتی ہیں۔

پاکستان کے لیے درج شدہ زبانوں کی تعداد 77 ہے اور یہ تمام زندہ زبانیں ہیں جنہیں بولنے والے لوگ آج بھی موجود ہیں۔ ان زبانوں میں سے 68 زبانیں مقامی جبکہ 9 غیر مقامی زبانیں ہیں۔

صوبائی زبانوں کے علاوہ ان زبانوں میں بلتی، شینا، مارواڑی، کھوار اور دیگر زبانیں شامل ہیں۔ ان میں سے 9 زبانوں کو بولنے والوں کی کم ہوتی ہوئی تعداد کے پیش نظر خطرے سے دوچار زبانیں قرار دیا گیا ہے جبکہ 2 زبانوں کو شدید خطرے کا شکار زبانیں قرار دیا گیا ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ 2017ء کی مردم شماری کے مطابق پنجابی جیسی اہم زبان کو بھی خطرات لاحق ہیں کیونکہ پاکستان میں اس زبان کے فروغ کے لیے کوئی مؤثر حکمتِ عملی ترتیب نہیں دی گئی۔

مجھے کسی بھی معاشرے اور اس کی ترقی میں زبان کے کردار کا احساس پہلی مرتبہ 2009ء میں ہوا جب مجھے ریاستی سطح کی ایک کانفرنس منعقد کروانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس کانفرنس کا عنوان 'Kashmiri Vernaculars: Development and Identity' [کشمیری زبانیں: ترقی اور شناخت] تھا۔ یہ کانفرنس آزاد جموں و کشمیر کی متنوع آبادی کی جانب سے بولی جانے والی زبانوں کے حوالے سے تھی۔

اس کانفرنس کے میزبان ادارے انسٹیٹیوٹ فار ڈیولپمنٹ اسٹڈیز اینڈ پریکٹسز پاکستان (آئی ڈی ایس پی پی) نے پاکستان بھر سے معروف ماہرین لسانیات بشمول ڈاکٹر طارق رحمٰن، مرحوم ڈاکٹر سید یوسف بخاری اور دیگر کو لسانیات کے حوالے سے اپنی تازہ تحقیق پیش کرنے کے لیے مدعو کیا تھا۔

میں نے 2010ء میں ان تحقیقوں کو مرتب کر کے 'کشمیری بولیاں: ترقی اور شناخت' کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ میں نے اس کانفرنس میں اپنی تحقیق بھی پیش کی تھی جو مقامی زبانوں، ثقافت اور شناخت کے درمیان مضبوط تعلق کے حوالے سے تھی۔ میں نے پالیسی سازوں اور اداروں پر زور دیا تھا کہ وہ مقامی زبانوں کے تحفظ کے لیے کام کریں اور درست سمت میں کوششیں کرتے ہوئے پہلے مرحلے میں مقامی زبانوں کی حفاظت اور فروغ کے لیے کام کریں تاکہ ثقافتی شناخت کا تحفظ ممکن بنایا جاسکے۔

بس اسی وقت سے میں نے مقامی اور علاقائی زبانوں کی ترویج اور تحفظ کے حوالے سے اقدامات میں گہری دلچسپی لینا شروع کی۔

کشمیر اور گلگت بلتستان میں زبانوں کے تحفظ کی کوششیں

ابھی حال ہی میں، مجھے ایک پراجیکٹ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا جو بنیادی طور پر صلاحیت سازی کے تربیتی پروگرام کے لیے تیار کیا گیا تھا تاکہ آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان کے خطوں میں اقلیتی گروہوں کی طرف سے بولی جانے والی خطرے سے دوچار زبانوں کو محفوظ رکھا جاسکے۔اس میں زبان کو دستاویزی صورت میں لانے کے طریقوں کے بارے میں علم اور بنیادی مہارتوں کی منتقلی کے علاوہ زبان کو دستاویزی صورت میں لانے کے لیے معلومات اور بنیادی صلاحیتوں کی منتقلی بھی شامل تھی۔

اس پروگرام میں آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان کی سرکاری یونیورسٹیوں پر توجہ دی گئی تھی۔اس منصوبے کے تحت 27 افراد کو بنیادی لسانی تجزیے، زبان کو دستاویزی صورت میں لانے کے ضروری طریقوں، اس حوالے سے درکار سافٹ ویئر کے استعمال اور لسانی ڈیٹا کے انتظام کی مہارتوں میں تربیت دی گئی اور بعد میں انہیں ان مہارتوں پر عمل کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔

ان تربیت یافتہ فیکلٹی ممبران اور کنسلٹنٹس نے گلگت بلتستان کے اضلاع ہنزہ، نگر اور اسکردو کا دورہ کیا اور ڈیٹا اکٹھا کرنے اور اس کا تجزیہ کرنے کے لیے شینا، کھوار، واخی، بلتی، بروشاسکی اور ڈوما کی زبان بولنے والوں کے ساتھ کافی وقت گزارا۔

اپنے فیلڈ اسائنمنٹ کے بعد انہوں نے جمع کیے گئے ڈیٹا کی تشریح کی اور اس کے بعد ورکشاپ، سیمینار اور یہاں تک کہ اپنی متعلقہ یونیورسٹیوں اور کمیونٹیز میں زبان کو دستاویزی صورت میں لانے کے بارے میں آگاہی واک جیسی سرگرمیوں کا انعقاد کیا۔

پراجیکٹ ڈائریکٹر ڈاکٹر عبدالقادر خان کے مطابق کُل 35 فیکلٹی ممبران اور 180 طلبا اور لینگویج ایکٹوسٹس کو 7 متعلقہ یونیورسٹیوں میں ورکشاپس کے ذریعے تربیت دی گئی۔2 پانچ روزہ ورکشاپس کا انعقاد بھی کیا گیا جن میں سے ایک کشمیر میں مقیم شرکا کے لیے آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی میں اور دوسری گلگت بلتستان ریجن کے لیے قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی میں منعقد کی گئی۔اس کے علاوہ اس پروگرام کے تحت طلبا اور مقامی کمیونٹی کے لیے 3 آگاہی سیمینار بھی منعقد کیے گئے۔

ان مطالعات کے نتائج کا حوالہ دیتے ہوئے آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی کی رجسٹرار اور اس منصوبے کی شریک پرنسپل انوسٹی گیٹر ڈاکٹر عائشہ سہیل کا کہنا تھا کہ ان خطوں میں بولی جانے والی زیادہ تر زبانیں غیر دستاویزی ہیں، ان کی کوئی گرامر یا لغت نہیں ہے اور یہ اسکولوں میں بھی نہیں پڑھائی جاتی ہیں۔ان زبانوں کے بولنے والے اردو اور انگریزی زبانوں کی طرف منتقل ہو رہے ہیں جس کے نتیجے میں ہماری قیمتی ثقافت، روایات اور مقامی اقدار کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔

علاقائی زبانوں کو درپیش خطرات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے اقدامات کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے اور انہیں دیگر علاقوں میں بھی شروع کرنا چاہیے۔

آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان خاص طور پر اپنی مقامی زبانوں کے فروغ اور انہیں دستاویزی صورت میں لانے کے ذریعے اپنے ورثے، مظاہر فطرت اور ثقافتی تنوع کو محفوظ رکھنے کے لیے حکومتی سرپرستی کے خواہاں ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی مدد کی جائے اور اسی طرح کی کوششیں دوسرے صوبوں میں بھی شروع کی جائیں۔

یہ مضمون 8 جنوری 2023 کو ڈان اخبار کے ای اوایس میگزین میں شائع ہوا۔

وسائل کے بحران نے عوام کی زندگی اجیرن کردی ہے

چمن ضلع چمن بدترین مہنگائی اور بدامنی کا شکار ہے۔رواں حالت میں غریب عوام دووقت روٹی کھانے سے محروم ہیں۔ضلع چمن کا شمار پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ایک اہم تجارتی اور پاک افغان بارڈر پر واقع سرحدی ضلعوں میں ہوتا ہے۔اس ضلع میں کثیر تعداد آبادی پشتون اقوام کی ہے۔ یہ ضلع پاکستان کے ہر دور حکومت میں زندگی کی اہم سہولیات سے محروم کررہا ہے۔ضلع کی اندازے کے مطابق بارہ لاکھ سے زیادہ آبادی ہے۔اس میں اب تک گیس جیسی بڑی سہولت کا فقدان ہے۔بجلی کی غیر اعلانیہ اور ناروا لوڈشیڈنگ ہر دور کی حکومت کا معمول ہے۔سرکاری اسپتالوں میں غیر حاضر ڈاکٹرز اور ادویات نہ ہونے سے غریب مریض موت کے شکار ہوتے جارہے ہیں۔ذخیرہ اندوزی کرنا یہاں کے کچھ تاجروں کا معمول کا کام بن گیا ہے۔آٹے کا بحران، مہنگائی کے بدترین دور سے غریب عوام دو وقت روٹی کھانے سے محروم ہیں۔یہاں پرائس کنٹرول کمیٹی کا کوئی اثر ورسوخ نہیں ہے۔بہت سے اشخاص وقت کی بدترین مہنگائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مہنگے داموں سے اشیاءِ خوردونوش فروخت کرتے ہی دولت بٹورنے کی نشے میں ڈوبے نظر آتے ہیں۔محمد نسیم رنزوریار نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر کو بتایا کہ ضلع چمن کے گندم کا کوٹہ کئی سالوں سے بند ہے۔پاسپورٹ آفس میں نادرا کی کرپشن، اور غیر آئینی شرائط سے شہریوں کو قومی شناختی کارڈ کے حصول میں شدید مشکلات درپیش ہیں۔ٹریفک کا نظام درہم برہم ہے۔شام کے اوقات میں شہر کے بڑے سڑک ہمیشہ جام ہوتے ہیں۔پارکنگ کا کوئی نظام نہیں۔اس ضلع کے عوام ہر دور کے حکومت میں ہر طرح کے وسائل سے محروم کئے گئے ہیں۔روز بروز شہری زندگی سے تنگ ہوتے جارہے ہیں۔غربت، مہنگائی، بے روزگاری اور بدامنی سے تعلیم، تجارت اور صحت کے وسائل سے غریب مزید دور کئے جارہے ہیں۔خدارا! ضلع چمن کے غریب عوام کی حالت زار پر رحم کریں، یہاں کی انتظامیہ اسپتال، نادرا، پاسپورٹ آفس، واپڈا، ٹریفک نظام بہتر کریں اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کارروائی کریں تاکہ عوام سکھ کا سانس لے کر جینے کا حق حاصل کریں۔

(محمد صدیق)

قبر کی بے حرمتی

فیصل آباد 22 جنوری 2023ء کی رات جماعت احمدیہ کے قبرستان 89 ج ب، رتن تھانہ ٹھیکریوالہ ضلع فیصل آباد میں نامعلوم افراد دیوار پر لگی خاردار تار کاٹ کر داخل ہوئے۔ وہاں موجود قبروں کی مٹی برابر کر کے ان کی بے حرمتی کی، اسی طرح سٹور میں پڑے سامان جس میں خالی تابوت وغیرہ بھی شامل ہیں، کو بھی آگ لگانے کی کوشش کی۔ اس واقعہ کے مقدمہ کے اندراج کی درخواست دی گئی جس پر 24 تاریخ تک مقدمہ درج نہیں ہو سکا تھا۔ اس واقعہ سے تقریباً 2 ماہ قبل 20 نومبر 2022ء کی رات نامعلوم افراد نے وہاں موجود 3 قبروں کے کتبے توڑ کر ان کو باہر پانی والے نالے میں پھینک دیا تھا۔ نیز قبرستان میں موجود پودوں کو بھی نقصان پہنچایا گیا۔ اس سلسلہ میں پولیس کو اطلاع کی گئی تھی مگر پولیس نے اس واقعہ کا بھی مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔

(عامر محمود)

جماعت احمدیہ کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنے والے پولیس اہلکاروں کے خلاف کارروائی کی جائے

گوجرانوالا، وزیرآباد 7 اور 8 دسمبر 2022 کی درمیانی شب 2 بجے کے قریب پولیس اہلکار، دو گاڑیوں، ایک ایکسیویٹر اور ایک لوڈر کے ساتھ آئے اور باغبان پورہ ضلع گوجرانوالہ میں جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ کے سامنے سڑک کو بند کر دیا اور قریب لگی لائٹس بھی بند کروا دی گئیں اور دروازے پر بنے میناروں کو چند منٹوں میں گرا دیا اور ملبہ بھی ساتھ لے گئے۔ مینار گرانے کے عمل کے دوران سیکیورٹی کے لئے لگائے کیمروں اور دیوار کو بھی نقصان پہنچایا گیا۔ اس واقعہ سے 6 ماہ قبل بیت الذکر باغبانپورہ ضلع گوجرانوالہ کے بیرونی دروازہ پر بنے میناروں کے خلاف مخالفین نے پولیس انتظامیہ کو درخواست دی تھی کہ مینار گرائے جائیں لیکن پولیس انتظامیہ سے گفت وشنید کے بعد مقامی احمدیوں نے میناروں کو آئرن شیٹ لگا کر چھپا دیا تھا تا کہ نظر نہ آئیں اور کسی کو اعتراض کا موقع نہ مل سکے لیکن مخالفین مسلسل مینار گرانے کے لئے پولیس انتظامیہ پر دباؤ ڈالتے رہے۔ 10 جنوری 2023ء کی رات 1 بجے کے قریب پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے وزیرآباد میں جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ سے میناروں کو توڑ دیا۔ جماعت احمدیہ کے مخالفین کی طرف سے ایک درخواست پولیس کو دی گئی تھی کہ قادیانیوں نے وزیرآباد (ضلع گوجرانوالہ) میں مسجد نما کمرہ بنا رکھا ہے جس پر مینار تعمیر کر رکھے ہیں جبکہ قادیانی مسجد نما کمرہ نہیں بنا سکتے اور نہ ہی مینار بنا سکتے ہیں۔ اس پر پولیس کی طرف سے احمدیوں کو مینار ختم کرنے کا کہا گیا تھا۔ جس پر جماعت احمدیہ نے پولیس کو بتایا کہ یہ عبادت گاہ 1915 کی تعمیر شدہ ہے۔ نیز ہم از خود ایسا نہیں کریں گے اور نہ ہی مخالفین کو ایسا کرنے دیں گے۔ اس پر پولیس نے 14-10-2022ء کو 5 احمدیوں کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298-298, C-B کے تحت مقدمہ درج کر لیا تھا۔ پولیس کے یہ اقدامات آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے 2014 میں تین رکنی بنچ جس کی سربراہی چیف جسٹس آف پاکستان تصدق حسین جیلانی صاحب نے کی تھی، کے جاری کردہ فیصلے کی بھی واضح خلاف ورزی ہے۔ (جماعتِ احمدیہ، شعبہ پریس، ربوہ)

احمدی خاتون کی تدفین سے روک دیا گیا

سیالکوٹ پیروچک ضلع سیالکوٹ میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا جہاں 21 جنوری 2023 کو ایک 75 سالہ بزرگ احمدی خاتون کی تدفین مشترکہ قبرستان ڈوگراں والا میں نہیں کرنے دی گئی۔ یہ قبرستان قیام پاکستان سے احمدیوں کے زیرانتظام چلا آرہا ہے۔ تاہم احمدیوں نے فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے گاؤں میں موجود دیگر مسالک کے افراد کی اس قبرستان میں تدفین کرنے کی اجازت دی۔ اس قبرستان میں اڑھائی سو سے زائد احمدی افراد دفن ہیں جبکہ دیگر مسالک کے مدفون افراد کی تعداد سوا سو کے قریب ہے۔ پولیس نے مذہبی انتہا پسند عناصر کے آگے گھٹنے ٹیکتے ہوئے احمدی خاتون کی نعش کو اس قبرستان میں تدفین سے روک دیا۔ مجبوری کے عالم میں اس خاتون کو 250 کلومیٹر دور ربوہ میں 22 جنوری کی رات دفن کیا گیا۔

(عامر محمود)

استاد پر حملہ قابل مذمت ہے

جنوبی وزیرستان پاکستان کے دور دراز پسماندہ علاقہ جنوبی وزیرستان سے تعلق رکھنے والے اسسٹنٹ پروفیسر اختر خان عبدالولی خان یونیورسٹی مردان میں ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہیں۔ اسسٹنٹ پروفیسر اختر خان کو پچھلے کئی سالوں سے دھمکیاں مل رہی تھیں، اور وہ پہلے بھی ایک دو دفعہ تشدد کا شکار ہو چکے ہیں۔ ایک بار پھر مسلح افراد نے اختر خان کو بندوق کی نوک پر تشدد کا نشانہ بنایا، پروفیسر اختر خان کا جرم صرف یہ ہے کہ پختونخواہ پر مسلط مذہبی دہشت گردی کی مخالفت کرتے ہیں جو چند مفاد پرست ٹولوں نے صوبے پر مسلط کر رکھی ہے۔ وہ سوشل میڈیا کے ذریعے اس جنگ اور قوم کو دھوکہ دینے والوں کا اصلی چہرہ بےنقاب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے بھی اختر خان کو ایف آئی اے اور سیکیورٹی فورسز کے دیگر اداروں نے پی ٹی ایم کی حمایت کرنے اور سوشل میڈیا پر لکھنے کی پاداش میں دو مرتبہ گرفتار کر کے جیل میں ڈالا تھا۔ کچھ قوم پرست اور مذہبی جماعتوں کے شرپسندوں اور انتہا پسندوں کی طرف سے بھی ان کو دھمکیاں مل رہی تھیں۔ ایک استاد پر تشدد اس ریاست کے فرسودہ نظام کی عکاسی ہے۔ ہم حملے میں ملوث لوگوں کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

(مسعود شاہ)

خواتین اساتذہ کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی

نوشکی بیسک ایجوکیشن کمیونٹی اسکولز کی خواتین اساتذہ کو گزشتہ 19 ماہ سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مالی طور پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے اساتذہ کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کا اندازہ وہ ہی لگا سکتی ہیں۔ تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف خواتین اساتذہ نے پریس کلب میں پریس کانفرنس اور احتجاج بھی کیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی متعلقہ حکام کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ اس پروجیکٹ میں گزشتہ 18 سالوں سے خواتین اساتذہ انتہائی قلیل تنخواہ پر اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہی ہیں دیگر صوبوں میں اس پروجیکٹ میں کام کرنے والے اساتذہ کو مستقل کر دیا گیا ہے لیکن بلوچستان میں خدمات سرانجام دینے والے اساتذہ کو ابھی تک مستقل نہ کرنا بلوچستان کے اساتذہ کے ساتھ ظلم زیادتی اور ناانصافی کے مترادف ہے۔ پروجیکٹ میں فرائض سرانجام دینے والے اکثر اساتذہ کی عمریں ملازمت کی بالائی حد عبور کر چکی ہیں۔ حکومت کی عدم توجہی کی وجہ سے اساتذہ مالی مشکلات کے ساتھ دیگر پریشانیوں سے دوچار ہیں۔ اساتذہ نے وزیراعلیٰ بلوچستان، وزیر تعلیم، چیف سیکرٹری بلوچستان اور سیکرٹری تعلیم بلوچستان سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کی تنخواہوں کی ادائیگی کی جائے اور تمام اساتذہ کو مستقل کر کے انہیں مشکلات اور پریشانیوں سے نجات دلائی جائے۔

(محمد سعید)

انسانی حقوق کے دفاع کاروں سے متعلق عالمی اعلامیہ

جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر 144/53، جو کہ 9 دسمبر 1998 کو منظور کی گئی

عالمی طور پر تسلیم شدہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے افراد، گروہوں اور سماجی عناصر کے حقوق اور ذمہ داریوں سے متعلق اعلامیہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی:

دنیا کے تمام ممالک میں تمام افراد کے تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے اقوام متحدہ کے منشور میں موجود اصولوں اور مقاصد کی اہمیت کا اعادہ کرتے ہوئے،

انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی میثاق کی اہمیت کا انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے عالمی سطح پر احترام اور عملدرآمد کو فروغ دینے کے لیے بین الاقوامی کوششوں کے بنیادی عناصر کے طور پر اعادہ کرتے ہوئے اور انسانی حقوق کے معاہدات اور اعلامیوں کی اہمیت کا اعادہ کرتے ہوئے جو اقوام متحدہ کے نظام میں یا علاقائی سطح پر مروج ہیں۔

اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ بین الاقوامی برادری کے تمام ارکان مشترکہ اور انفرادی طور پر تمام افراد کے لیے بلا تفریق نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دیگر آراء اور قومی یا سماجی شناخت انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور ان کے احترام کی حوصلہ افزائی سے متعلق اپنی ذمہ داری پوری کریں اور بالخصوص بین الاقوامی تعاون کے ذریعے اس ذمہ داری کی اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق تکمیل کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے۔

افراد اور اقوام کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی تمام تر خلاف ورزیوں بشمول وسیع پیمانے پر سنگین اور منظم خلاف ورزیوں جیسا کہ نسل کی بنیاد پر کارروائیاں، تمام اقسام کی نسلی تفریق نوآبادیاتی نظام، غیر ملکی تسلط یا قبضہ، قومی خودمختار، واحدانیت اور علاقائی سالمیت کے خلاف جارحیت یا دھمکیاں، لوگوں کے حق خود ارادیت اور ان کے اپنے مالی اور قدرتی وسائل پر مکمل اختیار کے حق کو ماننے سے انکار پر ظہور پذیر ہوتی ہیں، کے موثر خاتمے کے لیے افراد، گروہوں اور تنظیموں کے گراں قدر کام کا اعتراف کرتے ہوئے۔

... اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ بین الاقوامی امن اور انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا باہم تعلق ہے اور اس بات کا بھی شعور رکھتے ہوئے کہ بین الاقوامی امن کی عدم موجودگی اس سلسلے میں عملدرآمد سے استثنٰی فراہم نہیں کرتی۔۔ اس بات کا اعادہ کرتے ہوئے کہ تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں عالمگیری حیثیت کی حامل، ناقابل تقسیم، ایک دوسرے پر منحصر اور ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور بغیر کسی فوقیت کے ان میں سے ہر ایک کا فروغ اور ان پر مناسب اور منصفانہ طریقے سے عملدرآمد ہونا چاہیے۔

اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں کے فروغ اور تحفظ کی بنیادی ذمہ داری اور فرض ریاست پر عائد ہوتا ہے۔

قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام اور ان سے متعلق علم کے فروغ کے لیے افراد، گروہوں اور تنظیموں کے حقوق اور ذمہ داری کو تسلیم کرتے ہوئے۔

یہ اعلان کرتی ہے کہ:

دفعہ 1

ہر شخص کو انفرادی اور اجتماعی طور پر، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ، تحفظ اور حصول کے لیے قومی اور بین الاقوامی سطح پر جدوجہد کرنے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ 2

1۔ ہر ریاست کی بنیادی ذمہ داری اور فرض ہے کہ وہ تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ، فروغ اور نفاذ کو ممکن بنائے۔ بشمول ایسے اقدامات کے ذریعے جو سماجی، معاشی، سیاسی اور دیگر شعبوں میں ایک موافق ماحول پیدا کرنے کے لیے ضروری ہوں اور ایسی قانونی یقین دہانیوں کے ذریعے جو اس بات کو لازم بنائیں کہ ریاست کے دائرہ اختیار میں تمام افراد انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے ان تمام حقوق اور آزادیوں سے عملاً مستفید ہونے کے قابل ہوں۔

2۔ ہر ریاست ایسے قانونی، انتظامی اور دیگر اقدامات اٹھائے جو اس امر کی یقین دہانی کے لیے ضروری ہوں کہ زیر نظر اعلامیے میں شامل حقوق اور آزادیوں کے حصول کی موثر ضمانت دی جا سکے۔

دفعہ 3

قومی سطح پر ایسا قانون جو کہ اقوام متحدہ کے منشور اور انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق ریاست کی دیگر بین الاقوامی ذمہ داریوں سے مطابقت رکھتا ہو ہی ایسا قانونی ڈھانچہ ہے جس کے تحت انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا نفاذ کرنا چاہیے اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور جس کے تحت ان حقوق اور آزادیوں کے فروغ، تحفظ اور ان کی موثر تعبیر کے حصول کے لیے زیر نظر اعلامیے میں شامل تمام سرگرمیاں عمل میں لانی چاہئیں۔

دفعہ 4

زیر نظر اعلامیے میں کسی چیز کی ایسی تشریح نہ کی جائے جو کہ اقوام متحدہ کے منشور کے مقاصد اور اصولوں کی نفی کرتی ہو یا انہیں نقصان پہنچاتی ہو یا انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے، بین الاقوامی انسانی حقوق کے دونوں میثاق اور اس ضمن میں دیگر بین الاقوامی معاہدات اور ذمہ داریوں کی تردید کرتی ہو یا انہیں محدود کرتی ہو۔

دفعہ 5

انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے ہر شخص کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر یہ حق ہے کہ:

1۔ پر امن طریقے سے ایک جگہ اکٹھے ہوں یا ملاقات کریں۔

2۔ غیر سرکاری تنظیمیں، گروہ یا جماعتیں بنائیں، ان میں شامل ہوں اور ان کے کام میں عملی طور پر شرکت کریں۔

3۔ غیر سرکاری یا بین الحکومتی تنظیموں سے رابطہ کریں۔

دفعہ 6

ہر فرد کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ:

الف تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے بارے میں جانے، اور اس کے لیے معلومات تلاش کرے وصول کرے، مہیا کرے اور اپنے پاس رکھے بشمول ایسی معلومات تک رسائی کے جن سے معلوم ہو کہ مقامی قانون سازی اور عدالتی اور انتظامی نظام میں ان حقوق و آزادیوں پر کیسے عملدرآمد کرایا جائے۔ ب۔ انسانی حقوق کے اور دیگر بین الاقوامی معاہدات کے تحت تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق آراء، علم اور معلومات کی آزادانہ تشہیر کرے اور دوسروں تک یہ خیالات پہنچائے۔

ج۔ قانونی اور عملی دونوں سطحوں پر ہر قسم کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں پر عملدرآمد سے متعلق مطالعہ کرے، بحث و مباحثہ کرے اور اپنی رائے بنائے یا قائم رکھے اور ان اور دیگر مناسب ذرائع سے لوگوں کی توجہ ان معاملات کی طرف مبذول کروائے۔

دفعہ 7

ہر فرد کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق ہے کہ وہ انسانی حقوق سے متعلق نئے نظریات اور اصول سامنے لائے، ان پر بحث و مباحثہ کرے اور ان کی قبولیت کے لیے دلائل پیش کرے۔

دفعہ 8

1۔ ہر فرد کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق ہے کہ اسے بغیر کسی تفریق کے اپنے ملک کی حکومت کے معاملات میں شمولیت کے لیے موثر رسائی حاصل ہو۔

2۔ اس میں دیگر کے علاوہ یہ بھی حق شامل ہے کہ کوئی شخص انفرادی طور پر یا دوسروں کے اشتراک سے ان سرکاری اداروں، ایجنسیوں اور تنظیموں پر، جن کا تعلق عوامی معاملات سے ہے، تنقید کرے، ان کے کام میں بہتری کے لیے تجاویز دے اور ان کے کام کے کسی ایسے پہلو کی طرف توجہ مبذول کروائے جو کہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ، تحفظ اور تکمیل میں رکاوٹ ڈالتا ہو۔

دفعہ 9

1۔ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے استعمال میں بشمول انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ کے لیے، جیسا کہ زیر نظر اعلامیے میں حوالہ دیا گیا ہے، ہر فرد انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے موثر داد رسی کے حصول اور ان حقوق کی پامالی کی صورت میں تحفظ کا حق رکھتا ہے۔

2۔ اس مقصد کے لیے ہر وہ شخص جس کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں مبینہ طور پر پامال کی گئیں یہ حق رکھتا ہے کہ یا تو وہ خود یا بذریعہ اپنے قانونی طور پر با اختیار نمائندے کے شکایت کرے اور اس شکایت کی

کھلی کارروائی میں کسی آزاد، غیر جانبدار اور مجاز عدالتی یا دیگر کسی ایسے ادارے سے فوری نظر ثانی کروائے جو قانون کے تحت قائم ہوا اور ایسے ادارے سے قانون کے مطابق دادرسی کا فیصلہ لے سکے، بشمول کسی قسم کی معاوضے یا تلافی کے، جہاں کسی شخص کے حقوق یا آزادیاں پامال کئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس فیصلے پر بلا غیر ضروری تاخیر عملدرآمد ہو۔

3۔ اس مقصد کے لیے ہر شخص کا انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق ہے کہ علاوہ ازیں:

الف۔ بذریعہ درخواست یا دیگر مناسب ذرائع انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی پامالی سے متعلق سرکاری ملازمین یا سرکاری اداروں کی پالیسیوں یا کارروائی کی بابت مجاز مقامی عدالتی، انتظامی، قانون سازی یا کسی اور مجاز ادارے سے شکایت کرے۔ ایسے ادارے کو ایسی شکایت پر اپنا فیصلہ بغیر غیر ضروری تاخیر کے صادر کرنا چاہیے۔

ب۔ کھلی کارروائی یا مقدمات کی سماعت سن سکے تاکہ وہ یہ رائے قائم کر سکے کہ آیا یہ معاملات قومی قانون اور ریاست کو بین الاقوامی ذمہ داریوں اور فرائض سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ج۔ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ کے لیے پیشہ وارانہ قانونی امداد یا کسی اور قسم کے متعلقہ مشورے یا امداد کی پیشکش کرے اور اسے فراہم کرے۔

4۔ اس مقصد کے لیے اور متعلقہ بین الاقوامی طریقوں اور معاہدات کے مطابق ہر شخص کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے حوالے سے عمومی یا خصوصی طور پر مجاز ایسے بین الاقوامی اداروں تک جن کو ایسی معلومات وصول کرنے اور ان پر غور کرنے کا اختیار ہے بغیر کسی روک ٹوک کے رسائی حاصل کرے اور ان سے رابطہ کرے۔

5۔ جب بھی اس بات پر یقین کے معقول شواہد موجود ہوں کہ کسی ریاست کے زیر اختیار علاقے میں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی کسی طرح پامالی ہوئی ہے تو ریاست کو چاہیے کہ فوری طور پر غیر جانبدارانہ چھان بین کرے یا اس سلسلے میں تحقیقات کو یقینی بنائے۔

دفعہ 10

کوئی بھی شخص انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی خلاف ورزی میں اپنے عمل کے ذریعے یا بوقت ضرورت عمل کرنے میں ناکامی کی صورت میں حصہ نہیں لے گا اور کسی کو بھی ایسا کرنے سے انکار پر سزا یا ان مواقف کارروائی کا مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

دفعہ 11

ہر فرد کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانون کے مطابق اپنا پیشہ یا روزگار اپنائے، ہر وہ شخص جو اپنے پیشے کے باعث انسانی وقار، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں پر اثر انداز ہوسکتا ہو وہ ان حقوق اور آزادیوں کا احترام کرے گا اور اپنے پیشے اور روزگار سے متعلق قومی اور بین الاقوامی معیار اور پیشہ وارانہ ضابطے اور اخلاقیات پر عمل کرے گا۔

دفعہ 12

1۔ ہر فرد کو انفرادی طور پر یا دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی پامالی کے خلاف پرامن سرگرمیوں میں حصہ لے سکے۔

2۔ ریاست کو چاہیے کہ با اختیار عہدیداران کے تمام ضروری اقدامات کے ذریعے انفرادی اور اجتماعی طور پر کسی بھی قسم کے تشدد، دھمکیوں، انتقامی کارروائی، عملی یا قانونی امتیاز، دباؤ یا کسی بھی من مانے عمل کے خلاف جو کہ کسی شخص کے زیر نظر اعلامیے میں دیئے گئے حقوق کے جائز استعمال کے نتیجے میں وقوع پذیر ہو ہر کسی کے تحفظ کو یقینی بنائے۔

3۔ اس حوالے سے اس شخص کو انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر ملکی قانون کے تحت موثر تحفظ کے حصول کا حق ہے۔ جو پرامن ذرائع سے ان سرگرمیوں اور عوامل کے خلاف ردعمل یا مخالفت کرے جو کہ ریاست سے منسوب کیے جاتے ہوں اور جو انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی خلاف ورزی کا باعث بنتے ہوں یا کسی گروہ یا افراد کی جانب سے کئے جانیوالے تشدد کے واقعات جو انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے مستفید ہونے کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوں۔

دفعہ 13

زیر نظر اعلامیے کی دفعہ 3 کے تحت ہر شخص کو انفرادی طور پر اور دوسروں کے اشتراک سے یہ حق حاصل ہے کہ وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے پرامن طریقے سے وسائل کے حصول کے لیے درخواست کرے، انہیں وصول کرے اور ان کا استعمال کرے۔

دفعہ 14

1۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانونی، عدالتی، انتظامی اور دوسرے مناسب اقدامات کے ذریعے اپنے دائرہ اختیار میں موجود تمام افراد کو اپنے معاشرتی، سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق سے متعلق آگاہی کے فروغ کا سامان کرے۔

2۔ ایسے اقدامات میں دیگر کے علاوہ یہ بھی شامل ہے کہ:

الف قومی قوانین اور ضابطوں اور مروجہ بنیادی بین الاقوامی انسانی حقوق کے اعلامیوں اور معاہدات کی اشاعت و تشہیر ہو اور وہ وسیع پیمانے پر دستیاب ہوں۔ ب انسانی حقوق کے شعبے میں بین الاقوامی دستاویزات بشمول ان معیادی رپورٹوں کے جو حکومت ان اداروں کو دیتی ہے جو بین الاقوامی انسانی حقوق کے ان معاہدوں کے تحت تشکیل پائے جن پر ریاست نے دستخط کئے، اور ان اداروں میں ہر قسم کے بحث ومباحثے اور ان کے ریکارڈ اور باضابطہ رپورٹوں تک مکمل اور برابر رسائی حاصل ہو۔ 3۔ ریاست کو چاہیے کہ جہاں مناسب ہو وہاں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ کے لیے خود مختار اداروں کے قیام اور ترقی کو ان تمام علاقوں میں یقینی بنائے جو حکومت کے دائرہ اختیار میں ہوں خواہ وہ محتسب کا ادارہ ہو، انسانی حقوق کا کمیشن ہو یا قومی ادارے کی کوئی اور شکل۔

دفعہ 15

ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق تعلیم کا تدریس کی ہر سطح پر فروغ اور حمایت کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ وہ سب ادارے جہاں وکلاء قانون نافذ کرنے والے اہلکار مسلح افواج اور دیگر سرکاری اہلکار تربیت پاتے ہیں وہ انسانی حقوق کی تعلیم کے موزوں اور متعلقہ عناصر کو اپنے تربیتی پروگرام میں شامل کریں۔

دفعہ 16

افراد، غیر سرکاری تنظیموں اور متعلقہ اداروں کا اس سلسلے میں اہم کردار ہے کہ وہ تعلیم، تربیت اور تحقیق جیسی سرگرمیوں کے ذریعے عوام کو تمام انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں سے متعلق معاملات میں بہتر آگاہی دیں تاکہ دیگر امور کے علاوہ باہمی فہم، برداشت، امن، ممالک اور تمام نسلی اور مذہبی گروہوں کے مابین دوستانہ تعلقات، ان فرقوں اور معاشروں کے پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے جن میں وہ کام کرتے ہوں، میں مضبوطی آئے۔

دفعہ 17

زیر نظر اعلامیے میں جن حقوق اور آزادیوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کے لیے ہر شخص انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر صرف انہی حدود کا پابند ہوگا جو کہ متعلقہ بین الاقوامی ذمہ داری سے مطابقت رکھتی ہوں اور جن کا تعین قانون کے تحت فقط دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کو تسلیم کرنے اور ان کا احترام کرنے اور کسی بھی جمہوری معاشرے میں اخلاقیات کی منصفانہ ضروریات، امن وامان اور عمومی طور پر عوامی خوشحالی کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہو۔

دفعہ 18

1۔ ہر فرد کی ایسے معاشرے کے حصول کے لیے اور معاشرے میں ذمہ داریاں ہیں جس میں شخصیت کا آزادانہ اور مکمل انداز میں پروان چڑھنا ممکن ہو۔

2۔ افراد، گروہوں، اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں کا جمہوریت کے تحفظ، انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور جمہوری معاشروں، اداروں اور عوامل کے فروغ اور ترقی میں اہم کردار اور ذمہ داری ہے۔

3۔ افراد، گروہوں، اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں کا ہر شخص کے لیے ایک ایسے سماجی اور بین الاقوامی نظام کی تشکیل میں حصہ ڈالنے میں ایک اہم کردار اور ذمہ داری ہے جس کے ذریعے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے اور حقوق کے دیگر معاہدات میں دیئے گئے حقوق اور آزادیوں کا مکمل طور پر حصول ممکن بن سکے۔

دفعہ 19

زیر نظر اعلامیے کی کسی شق کی اس طرح تشریح نہ کی جائے کہ کوئی شخص، گروہ یا معاشرے یا ریاست کا کوئی بھی طبقہ کسی بھی ایسے کام میں ملوث ہونا اپنا حق سمجھے یا کوئی بھی ایسا کام کرے جس کا مقصد ان انسانی حقوق اور آزادیوں کو پامال کرنا ہو جن کا حوالہ اس اعلامیے میں دیا گیا ہے۔

دفعہ 20

زیر نظر اعلامیے کی کسی شق کی اس طرح تشریح نہ کی جائے کہ حکومت ایسے افراد، گروہ، اداروں یا غیر سرکاری تنظیموں کی امداد و حمایت کرے جن کی کارروائیاں اقوام متحدہ کے منشور کی دفعات کے منافی ہیں۔

بدامنی پر قابو پانے کا مطالبہ

نوشہرو فیروز نوشہرو فیروز اور ضلع کے دیگر مختلف شہروں میں بدامنی عروج پر ہے۔ نوشہرو فیروز شہر میں 6 دکانوں کے تالے توڑ کر صفایا کر دیا گیا۔ دوکان دار سراپا احتجاج ہیں۔ تاجر ایسوسی ایشن کے صدر خالد سیف اللہ نے کہا کہ متعلقہ پولیس افسران کے بارے میں تاثر ہے کہ وہ رہزنوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے وہ جرائم پیشہ عناصر کے خلاف کارروائی نہیں کرتے۔ دوکانداروں کو اگر انصاف نہیں ملا تو وہ نیشنل ہائی وے بند کر دیں گے۔ وزیر وگن نے کہا کہ دکانداروں کی چوریوں کے ذمہ دار ایس ایچ او اور ایس پی پولیس ہیں۔ شاہد ڈنگراج، سجن سولنگی، یار محمد راجپر، دادو راجپر اور دیگر نے کہا کہ انہیں فوری انصاف دیا جائے بصورت دیگر وہ جلد شٹر بند ہڑتال کا اعلان کریں گے۔

سابق شوہر کی طرف سے جان سے مارنے کی دھمکیاں

نوشہرو فیروز نوشہرو فیروز کے علاقے پڈعیدن اسٹیشن کے رہائشی ہندو برادری کے لچھمن داس نے اپنی بیوی گوری بائی، بیٹی شیری متی پوجا اور داماد ڈاھڑوں کے ساتھ مل کر پریس کلب کے سامنے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ چند سال قبل اس نے اپنی بیٹی شیر متی پوجا کی کوٹڈیجی میں اپنی ہی برادری کے مٹھومل کے ساتھ شادی کی تھی۔ وہ اس کی بیٹی پر تشدد کرتا تھا جس کے بعد لڑکی نے شوہر سے علیحدگی کے لیے نوشہرو فیروز کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا جس پر عدالت نے لڑکی کے حق میں فیصلہ دیا۔ علیحدگی ہوگئی جس کے بعد انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح گمبٹ میں ڈاڑھومل سے کر دیا، جس پر "میری بیٹی کا سابق شوہر کئی دیگر افراد کے ساتھ مل کر مجھے اور میری بیٹی کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ مزید یہ کہ میرے داماد کو گمبٹ میں جھوٹے مقدمہ میں جیل میں بند کرایا اور جھوٹا فیصلہ کرا کے سات لاکھ روپے جرمانہ عائد کروایا جو کہ ناانصافی اور ظلم ہے۔ انہوں میری بیٹی کے دو بچے بھی اپنے پاس زبردستی رکھ لیئے ہیں، انہوں نے احتجاج کرتے ہوئے آئی جی سندھ، ڈی آئی جی سکھر، اور ایس ایس پی خیرپور سے اپیل کی ہے کہ واقعہ کی شفاف انکوائری کی جائے اور ان کے ساتھ انصاف کیا جائے اور دھمکیاں دینے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔

(الطاف حسین قاسمی)

جبری لاپتہ نوجوان بازیاب نہیں ہوسکا

خیبر نعمت اللہ ولد سین اسغر قوم سپاہ تپہ غیبی خیل کندے پیرا خیل سپین قبر سپاہ باڑہ ضلع خیبر کو 2015 میں سیکورٹی فورسز اور قانون نافذ کرنے اداروں نے ان کے گھر سفید ڈھیری پشاور سے اٹھایا تھا۔ وہ ابھی تک لاپتہ ہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہیں کہ مردہ اور سارے گھر والے اس امید پر ہے ہیں کہ وہ آج نہیں تو کل گھر کو آئے گا لیکن اس امید پر سات سال گزر گئے ہیں۔ لاپتہ نوجوان کے اہل خانہ کا کہنا ہے کہ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور دہاڑی کر کے بمشکل سے اپنے گھر کا خرچہ پورا کرتے ہیں۔ نعمت اللہ کے والد صاحب نے متعلقہ حکام سے استدعا کی ہے کہ ان کے بیٹے کی بحفاظت بازیابی یقینی بنائی جائے۔

(مسعود شاہ)

کمسن بچے کا اغواء

اوکاڑہ گارڈن ٹاؤن کچی آبادی اوکاڑہ کے رہائشی چھ سالہ حسن علی کو نامعلوم ملزمان نے اغواء کر کے تاوان کا مطالبہ کیا اور تاوان نہ ملنے پر اس کی گردن کاٹ کر ہلاک کر ڈالا اور لاش نزدیکی راجباہ میں پھینک دی۔ پولیس نے لاش کو تحویل میں لے کر ملزمان کی تلاش کر دی۔ مقامی پولیس نے چند گھنٹوں کے اندر اندر ملزمان کا سراغ لگاتے ہوئے عقیل اور ارشاد نامی ملزم کو گرفتار کر لیا۔ دوران تفتیش ملزمان نے اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے۔ ملزم عقیل مقتول بچے کا ہمسایہ ہے۔ پولیس نے بچے کے والد عباس کے دائرخواست پر مقدمہ درج کر لیا ہے۔ وقوعہ یکم جنوری کو پیش آیا تھا۔

(اصغر حسین حماد)

تین سالہ بچہ کنویں میں گر کر ہلاک، نعش بھی نہ نکالی جاسکی

باڑہ باڑہ میں تین سالہ ننھا بچہ یحییٰ آفریدی 80 گز گہرے کنویں میں گر گیا اور ریسکیو 1122 کی کافی محنت اور کوششوں کے باوجود بھی وہ ننھے یحییٰ کو کنویں سے نکالنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ آخرکار 80 گز گہرے کنویں کو ہی ننھے یحییٰ کی قبر بنا کر وہی پر نماز جنازہ ادا کر دی گئی۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس تیز ترین دور میں بھی ہمارے پاکستان میں اتنا بھی بندوبست نہیں کہ اس قسم کے واقعات کا شکار ہونے والے بچوں یا لوگوں کو ریسکیو کر کے نکالا جاسکے۔ اب سوال یہ بنتا ہے کہ ہمارے حکمران جس کو ہم ووٹ دے کر قومی اور صوبائی اسمبلی بھیجتے ہیں اور پارٹی ورکر سالہا سال انکے زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگاتے ہیں اور اپنے مفادات کے لئے دھرنے اور جلسے جلوسوں کے ذریعے دباؤ بڑھانے کے لئے انہی عوام کا استعمال کرتے ہیں کیا عوام کو بدلے میں یہ صلہ دیا جاتا ہے کہ ایسے ناخوشگوار واقعات یا حادثات میں بچوں کو اسی ہی کنویں کے سپرد کر کے صبر کا مظاہرہ کیا جائے اور کل کو پھر یہی زندہ باد اور مردہ باد والے رنگ برنگ کے جھنڈے لئے ووٹ مانگنے کے لئے سبز باغ دکھا کر اسمبلیوں میں پہنچنے کی کوشش کریں گے اور یہی عوام جس کو بدلے میں یہی صلہ دیا جاتا ہے وہ پھر لائینوں میں کھڑے ہوکر ووٹ ڈالے گے اور امید ظاہر کریں گے کہ ووٹ کے بدلے ہماری مشکلات کم کرنے کے لئے اسمبلیوں میں ترجیحی بنیادوں پر کام کیا جائے گا جو کہ ہمارے عوام کی محض خام خیالی ہی ہوتی ہے۔ آج اس ننھے بچے یحییٰ کی 80 گز کنویں کی قبر تمام حکمرانوں کی کارکردگی پر ایک زوردار تمانچہ ہے اور ہمارے عوام کی آنکھوں سے زندہ باد اور مردہ باد کی حقیقت کی پٹی ہٹانے کا ایک اشارہ ہے جس کو سمجھنا اور اپنے حقوق سے آگاہ ہونا بے حد ضروری ہے۔ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر ننھے یحییٰ کی قبر یہ 80 گز کنواں یحیی کے والدین کے لئے زندگی بھر کے روگ اور تکلیف سے کم نہیں۔

(رضیہ محسود)

لرزہ خیز واقعات کی تحقیقات پر "مٹی ڈالنے" کی روش کو ترک کرنا ہوگا

جرمنی پاکستان کے معاشرے میں عوامی جتھے کے ہاتھوں لرزہ خیز اور پر تشدد انداز میں قتل کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ مچھر کالونی کراچی میں ایک ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی کے دو ملازمین کا قتل بھی ایسے اندوہناک واقعات میں سے ایک ہے جس میں بھی وہی تین بنیادی کردار سامنے آئے تھے جو ماضی کے واقعات میں بھی نمایاں تھے .ان میں جھوٹی افواہ کی تشہیر، مسجد کے لاوڈ اسپیکر کا استعمال اور لوگوں کو بھڑکانے کی ترغیب اور لوگوں کا اندھا دھند جان لیوا تشدد... مچھر کالونی کے واقعہ کی تحقیقات کی خبریں اب منظر عام پر نہیں آرہی . گویا مٹی ڈال دی گئی؟ یہ وہ رویہ ہے جس سے منفی عناصر کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور پھر اگلا واقعہ رونما ہوتا ہے۔تشدد کا نشانہ بن کر ہلاک ہونے والوں کے گھروں میں غم و دکھ کے گہرے اندھیرے چھا جاتے ہیں لیکن دوسری طرف ملزمان سیاسی و مذہبی دباؤ ڈالر کر آہستہ آہستہ کیس سے جان چھڑا لیتے ہیں۔تسلسل کے ساتھ رونما ہونے والے ایسی واقعات نے پوری سوسائٹی کے چہرے کو چیچک زدہ داغدار کر دیا ہوا ہے۔سری لنکن شہری کی اسی طرز سے بڑھ کر خوفناک ہلاکت نے تو دنیا کے کناروں تک ہماری شناخت کر دی تھی۔مچھر کالونی کے واقعہ میں ملزمان کب کیفر کردار کو پہنچیں گے؟ اور تشدد سے ہلاک ہونے والوں کو کیا ریلیف ملے گا؟ اس بارے مکمل خاموشی ہے۔ ریاستی، وحکومتی یہ بے بسی معاشی بحران سے زیادہ خوفناک صورتحال ہے۔جنگل سی کیفیت کا ہوجانے کے انجام سے بچنے کی ضرورت ہے۔ پارلیمنٹ میں مفادات پر مبنی ترامیم کی جارہی ہیں عوامی مفاد میں بھی ترامیم منظور کر کے پولیس کو بیرونی مداخلت اور دباؤ سے آزاد کرنے کی ترمیم بھی منظور ہونی چاہیں تا کہ منصفانہ تفتیش ممکن ہو سکے۔اس حوالے سے بھارتی پولیس بہت طاقتور ہے اور اس کا نظام ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ مچھر کالونی سمیت پر تشدد اجتماعی mob attacks کے ملزمان کو سخت سزائیں دیکر مستقبل قریب میں ایسے واقعات کو روکا جانا چاہیے۔

(منور علی شاہد)

امن کی بحالی سرکار کی ذمہ داری

جنوبی وزیرستان "وانا اولسی پاسون" کے زیر اہتمام رستم بازار وانا میں امن وامان قائم رکھنے کیلئے اور وزیرستان میں بدامنی، ٹارگٹ کیلنگ، بھتہ خوری، ڈکیتی، شرپسندی، اغوا کاری اور دہشتگرد تنظیموں کی دوبارہ بحالی کے خلاف مرکزی جلسے کا انعقاد کیا گیا، جس میں سیاسی جماعتوں سے پاکستان پیپلزپارٹی، جماعت اسلامی، عوامی نیشنل پارٹی نیشنل ڈیموکریٹک موومنٹ، پشتون تحفظ موومنٹ، پشتونخوا ملی عوامی پارٹی، وکلاء برادری، کونسلرز اتحاد، تاجر برادری کے علاوہ علاقے کے مختلف مکتب فکر کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ وزیرستان وانا اولسی پاسون نے امن چیک پوسٹ سے ریلی نکالی جو شیر فلنگ پمپ پر اختتام پذیر ہوئی۔ انہوں نے حکومت کے خلاف نعرے بازی کی۔ مظاہرین کا کہنا تھا۔امن کی بحالی سرکار کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان کی تاریخ کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ پاکستان بلخصوص سابقہ فاٹا میں یکے بعد دیگرے سیاسی بحرانوں کا سلسلہ، دہشتگردی کے واقعات،

صوبائی تعصب، امن وامان اور دوسرے قومی مسائل کی ذمہ داری جہاں اور بہت سے عناصر پر ہے، وہاں اس کا بنیادی سبب سیکیورٹی فورسز کی ناکامی بھی ہے، دستور پاکستان 1973 کے آرٹیکل 9 حق زندگی اور آزادی کے تحفظ اور آرٹیکل 18 محفوظ معاش، کاروبار اور تجارت کی ضمانت دیتا ہے، وہاں آرٹیکل 5 مملکت سے وفاداری، دستور اور قانون کی اطاعت پر زور دیتا ہے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ 25ویں آئینی ترمیم کے ساتھ ضلع جنوبی وزیرستان بشمول سابقہ فاٹا خیبر پختونخوا کا حصہ بن چکا ہے اور دستور کے تمام شقیں ان علاقوں پر لاگو ہیں۔ دستور کے آرٹیکل 25 نے تمام شہریوں کو یکساں درجہ دیکر تمام امتیازات ختم کر دیے تھے اور تمام شہریوں کو قانون اور آئین کی نظر میں یکساں قانونی تحفظ حاصل ہے۔ وزیرستان وانا اولسی پاسون نے حکومت کے سامنے کچھ مطالبات رکھے، جس میں انہوں نے کہا کہ امن کا قیام سول حکومت کی ذمہ داری ہے، پولیس کو اگر مطلوب اشخاص یا کسی جگہ، سرچ اپریشن یا کاروائی کرنا لازمی ہو تو قانون کے مطابق ایکشن لیا جائے، اگر پولیس کو ایف سی یا فوج کی ضرورت پڑ جائے تو وہ پولیس آڈر 2002 کے تحت مدد لے سکتے ہیں۔ سابقہ فاٹا خیبر پختونخوا میں ضم ہو چکا ہے 1973 کے آئین کی تمام شقیں سابقہ فاٹا کے علاقوں پر لاگو ہیں، لہذا آئین وقانون کے علاوہ امن کمیٹی، قومی لشکر یا 2007 کا معاہدہ انہیں کسی صورت قبول نہیں ہے۔ جنوبی وزیرستان میں امن حکومتی رٹ کی بحالی سے مشروط ہے۔ حکومتی رٹ کی بحالی کے لیے لوئر وزیرستان کو الگ ڈی پی او، ڈی سی، ججز بشمول تمام متعلقہ شعبے وانا منتقل کیے جائیں۔ اور جمشید وزیر کو فلفور بازیاب کیا جائے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ سپین، اعظم ورسک، شکئی، انگور اڈا، زرمیلن، راغزائی تھانوں پر کام، چھوٹے بڑے بازاروں میں چوکیوں کا قیام، پولیس کو قانونی اختیارات اور مراعات، بند لیویز فورس کی ملازمتوں کی بحالی اور موجودہ پولیس نفری کی حاضری یقینی بنائی جائے۔ پولیس تھانوں، پولیس چوکیوں اور دوران گشت پولیس کے تحفظ کیلئے ہنگامی بنیادوں پر ایف سی تعینات کی جائے۔ گاڑیوں کے شیشے سیاہ کروانے پر بلا امتیاز (سرکاری، غیر سرکاری عناصر) پر پابندی عائد کی جائے۔ خلاف ورزی کرنے والے کو گرفتار کر کے قانونی کارروائی کیلئے عدالتوں میں پیش کیا جائے۔ منشیات کے خلاف بلاتفریق کارروائی کی جائے۔ پاک افغان بارڈر انگور اڈا پر تجارت میں حائل رکاوٹیں دور کی جائیں اور پاکستانی شناختی کارڈ یافتہ افراد کو انگور اڈا گیٹ پر آمدورفت کی بلاتفریق اجازت دی جائے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ جب تک ان ک مطالبات نہیں مانے جاتے ان کا احتجاجی دھرنا جاری رہے گا۔

(ارشاد محسود)

عورت کے قاتل کی گرفتاری کا مطالبہ

سانگھڑ سانگھڑ کے قریب 7 چک میں چند روز قبل سوتیلے بیٹے کے ہاتھوں بیدردی سے قتل ہونے والی سات بچوں کی ماں فرازنہ بھٹی کی بیٹی منگلی پولیس کے خلاف انصاف کے لئے پریس کلب سانگھڑ پہنچ گئی جہاں اس نے اپنے شوہر کے ہمراہ احتجاج کیا۔ تفصیلات کے مطابق مقتولہ کی بیٹی سونیہ زوجہ حفیظ مری نے میڈیا کو بتایا کہ چند روز قبل سانگھڑ کے قریب چک نمبر سات منگلی تھانے کی حدود میں منیر مری نے اپنی سوتیلی والدہ فرازنہ کو گولی مار کر قتل کر دیا تھا اور موقع سے فرار ہو گیا تھا جس کا مقدمہ منگلی تھانے پر سرکاری مدعیت میں درج کیا گیا تھا لیکن منگلی پولیس قاتل کی پشت پناہی کر رہی ہے جبکہ قاتل کا نام دینے کے باوجود پولیس نے منور نامی شخص کو قتل میں نامزد کیا ہے جبکہ وہ خود اس قتل کی چشم دید گواہ ہے۔ منگلی پولیس ہمارے ساتھ انصاف نہیں کر رہی۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ سندھ آئی جی سندھ اور ایس ایس پی سانگھڑ سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ اس کی ماں کے اصل قاتل منیر مری کا نام ایف آئی آر میں درج کیا جائے اور ورثاء کی مدعیت میں ایف آئی آر درج کی جائے اور انہیں انصاف فراہم کیا جائے۔

سکول میں پولیس گردی کی شدید مذمت

پشاور گلبہار چوکی کے انچارج خورشید عالم کچھ پولیس اہلکاروں اور لڑکوں کے ساتھ سکول میں گھس آیا اور سکول کے کلاس روم میں چند طلبہ پر تشدد شروع کر دیا۔ منع کرنے اور روکنے پر خورشید عالم نے اساتذہ کو بھی زدوکوب کیا جس سے ایک ٹیچر کے سر پر شدید چوٹیں آئیں جبکہ ایک ٹیچر کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ تفصیلات کے مطابق چند دن پیشتر سکول سے چھٹی کے بعد گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول گلبہار کے چند طلبہ کا اپنے علاقے کے چند لڑکوں سے جھگڑا ہوا تھا جس میں ایک بچہ انچارج گلبہار چوکی خورشید عالم کا رشتہ دار بتایا جاتا ہے جس کا بدلہ لینے کے لئے خورشید عالم نے پولیس گردی کا بدترین مظاہرہ کیا۔ جن طلبہ اور اساتذہ پر تشدد کیا گیا ان کے ذہنوں میں پولیس کے لئے کیا خاکہ بنا ہوگا؟ اس واقعہ کی آل گورنمنٹ ایمپلائز گرینڈ الائنس خیبر پختونخوا نے شدید الفاظ میں مذمت کی ہے اور آئی جی پی خیبر پختونخوا سے مطالبہ کیا ہے کہ فی الفور خورشید عالم کے خلاف دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمہ قائم کیا جائے اور قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

(منظور آفریدی)

آٹے کی قلت کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

میرپوربٹھورو میرپور بٹھورو میں آٹے کی قیمت آسمان کو چھونے لگی۔ عوام کی قوت خرید جواب دے گئی۔ مارکیٹ میں فی کلو آٹا 140 روپے میں فروخت ہونے لگا۔ انتظامیہ کی نااہلی کے باعث عوام سستے آٹے سے محروم ہیں اور ان کے لیے دو وقت کی روٹی کا حصول مشکل ہو گیا ہے۔ قومی پارٹی کے طرف سے قادر بخش، رحیم سومرو، سراج رسول حاجی خان زوّر، سبزی تاجر قادر زوّر، اور عوامی تحریک کے یوسف کارڈ کی سربراہی میں بٹھورو کورواہ روڈ کے سامنے احتجاج کیا گیا۔ مظاہرین نے آٹے کی قلت دور کرنے اور آٹے کی قیمتوں میں کمی لانے کا پرزور مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری گوداموں میں پڑی گندم کو مارکیٹ میں لایا جائے، عوام پہ رحم کیا جائے اور آٹے کا بحران ختم کیا جائے۔ مزید کہا کہ سرکاری گندم مارکیٹوں میں فروخت کی جا رہی ہے۔ متعلقہ حکام کی لاپرواہی کی وجہ سے غریب عوام پس رہی ہے۔

(چیتن لال)

بلوچستان کی ترقی کے دعوے کھوکھلے ثابت ہوئے

کوئٹہ بلوچستان میں جب بھی قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے کا کوئی منصوبہ شروع کیا جاتا ہے تو وہاں ترقی اور خوشحالی کے بلند بانگ دعوؤں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے بلوچستان میں سوئی گیس، سیندک پروجیکٹ، گوادر سی پیک اور اسی طرح دیگر منصوبوں کی طرح اب ریکوڈک پروجیکٹ کے منصوبے کے آغاز پر بلوچستان میں ترقی خوشحالی کے بلند بانگ دعوؤں کا نیا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ 28 مئی 1998 کو چاغی کے علاقے راسکوہ کے دامن کامران میں ایٹمی دھماکوں کے بعد یونین کونسل پدگ میں ڈاکٹر عبدالقدیر میڈیکل کمپلیکس کے قیام کا اعلان کیا گیا تھا لیکن 24 سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی کمپلیکس کی تعمیر کے آثار نظر نہیں آ رہے۔ اس جدید دور میں بھی یونین کونسل پدگ کے باشندے تعلیم، صحت اور دیگر بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ پیپلز پارٹی کے دور میں چاغی میں منی اسٹیل مل کی نوید سنائی گئی اور مائنز یونیورسٹی کے دعوؤں کی بازگشت بھی سنی گئی۔ 2018 کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کے امیدوار نے نوشکی میں کارڈیالوجی سنٹر کا وعدہ کیا جو ہنوز وفا ہوتا نظر نہیں آ رہا ہے۔ کیرتھر کینال کا منصوبہ بھی تشنہ تکمیل ہے۔ رقبے کے اعتبار سے بلوچستان پاکستان کے 45 فیصد پر محیط ہے۔ بلوچستان دو اسلامی برادر افغانستان اور ایران کے ساتھ متصل ہے لیکن وہاں کوئی موٹروے یا کسی اور معیاری سڑک کا نہ ہونا سوالیہ نشان ہے۔ پاکستان کو ایران اور ترکی کے ذریعے ریلوے سے ملانے والی ریلوے ٹریک بھی بلوچستان رخشان ڈویژن سے گزرتی ہے۔ اس ریلوے ٹریک کو فعال بنا کر پاکستان کو معاشی طور پر مستحکم اور عوام کو سفر کی بہتر سہولیات کی فراہمی ممکن بنائی جا سکتی ہے۔ وفاقی اداروں میں بلوچستان کے کوٹہ کے مطابق ملازمتوں کے حصول کو یقینی بنانے کی بھی ضرورت ہے۔ ریکوڈک پروجیکٹ بھی ان منصوبوں کی طرح صرف چند مخصوص افراد کے لیے سودمند ثابت ہوگا۔ بلوچستان کے عوام اور بالخصوص رخشان ڈویژن کے عوام ریکوڈک پروجیکٹ کو چند افراد کے ہاتھوں یرغمال ہونے سے بچانے کے لیے اپنا متحرک کردار ادا کرتے ہوئے بلوچستان کی ترقی، خوشحالی اور غریب عوام کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کیلئے موثر حکمت عملی وضع کریں بصورت دیگر پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے ہم سب کو اجتماعی سوچ کو فروغ دینے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ 6 ماہ قبل طوفانی بارشوں اور سیلابی ریلوں سے ہرک کے قریب ریلوے پل اور بلوچستان کو سندھ سے ملانے والی شاہراہِ پر پنجر پل بہہ جانے کے 6 ماہ بعد دونوں پلوں کی عدم تعمیر باعث تشویش ہے۔ دو سال قبل صوبائی دارلحکومت کوئٹہ میں سریاب روڈ کے توسیعی منصوبے، سبزل روڈ کے تعمیراتی منصوبہ، ہزار گنجی ایئرپورٹ شاہراہ کو ڈبل کرنے اور دیگر منصوبوں سمیت تمام منصوبے ادھورے ہیں۔ تاخیر سے منصوبوں کی لاگت میں کئی گناہ اضافہ ہوتا ہے اور دوسری جانب شہریوں کو جن مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ماضی کے تجربات اور حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے مستقبل کے لیے حکمت عملی وضع کرنا ہوگی۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ حکمران ماضی کی زیادتی اور ناانصافیوں کا ازالہ کرنے کے لیے بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی پر توجہ دیں گے۔ پاکستان کی خوشحالی اور ترقی بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی سے وابستہ ہے۔

(محمد سعید بلوچ)

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:							
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال			مہینہ		تاریخ	
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں			محلّہ			
	ڈاک خانہ			تحصیل وضلع			
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں			نہیں			
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)							
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل							
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام		ولد/زوجہ		پیشہ		

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی کروا کر ُپُر کر کے بھیجیں

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقتدارِ اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھربار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کارروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادیِ فکر، آزادیِ ضمیر اور آزادیِ مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔
دفعہ - 21	(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

سرورق ڈیزائنر: زہرہ عامر
کمپوز: جمال احمد سید رضا شاہ